اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل کے ساتھ

ماہنامہ

اگست 2014ء

قندیلِ ادب

مدیر: رانا عبدالرزاق خان
07886304637 & 02089449385
rana_razzaq@hotmail.com

تزئین: خورشید احمد خادمؔ
00 91 9815617814
khursheedkhadim@yahoo.co.in

نگرانِ ویب سائٹ: ایاز احمد راٹھور
www.bazmesherosukhan.co.uk

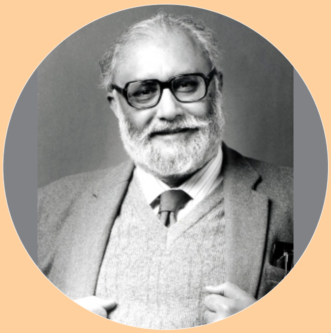

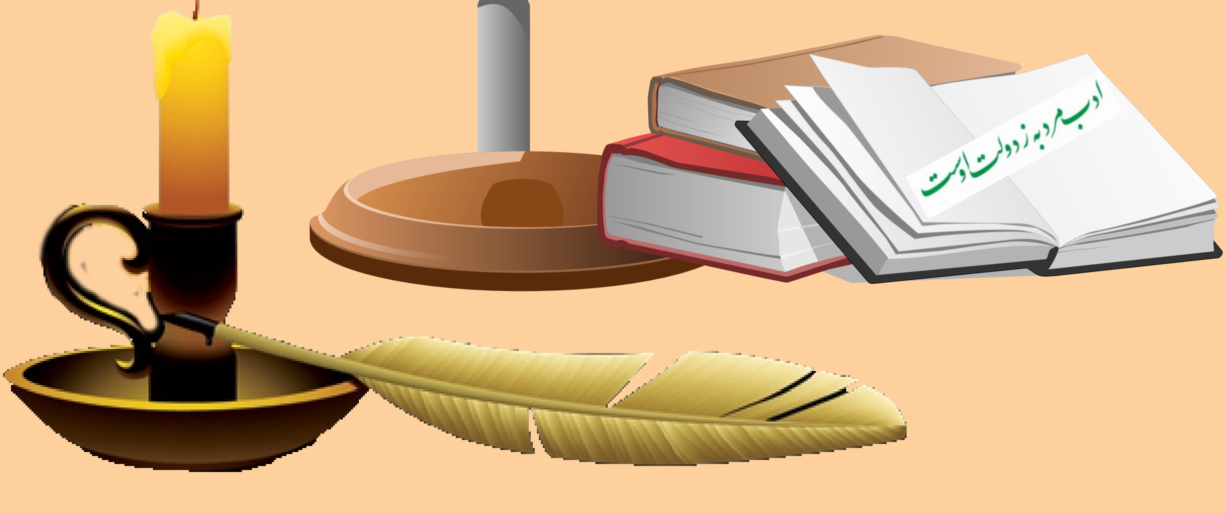

ماہنامہ قندیلِ اَدب انٹر نیشنل لندن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شمارہ نمبر:20 اگست 2014ء

مجلسِ ادارت

مبارک صدیقی، زکریا ورک، ،خواجہ عبدالمومن نا روے، راجہ منیر احمد

مدیرِ اعلیٰ : بشیر احمد رفیق لندن

مدیر : رانا عبدالرزاق خان

معاون مدیر : عامر مجید

مدیر خصوصی : سہیل لون

ڈیزائنر : خورشید احمد خادمؔ

منیجنگ ڈائریکٹر : عاصی صحرائی

فوٹوگرافی : قاضی عبدالرشید، فضل عمر ڈوگر

اراکین مشاورتی بورڈ

آدم چغتائی، منور احمد کنڈے، اقبال مجیدی، میاں فہیم الدین، ثقلین مبارک اور تنویر احمد آسٹریلیا، رانا مبارک احمد بحرین، بشیر احمد خان سویڈن، اے حق (یو کے ٹائمز)

وضاحت

قندیلِ اَدب انٹرنیشنل کسی سیاسی سماجی مذہبی گروہ یا فرقے کا ترجمان نہیں یہ نسل یا فرقوں کے اِمتیاز سے بالاتر ہے یہ صرف اُردو اَدب کی ترقی و ترویج کے لئے جاری کیا گیا ہے اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں قارئین کو آراء یا مضامین سے اختلاف کا حق حاصل ہے اور اس کے صفحات حاضر ہیں۔ تحریر کے ساتھ اپنا مکمل ایڈریس اور فون نمبر ضرور ارسال کریں یہ آپ کا اپنا میگزین ہے۔

التماس

ہم سب دوستوں سے التماس کرتے ہیں کہ اپنے ادبی فن پارے، غزل، نظم، افسانہ، مشاعرے کی روئیداد وغیرہ جو بھی ان پیج میں ارسال کیا جائے گا۔ بلاتفریق اسے معیار کے مطابق شائع کیا جائے گا۔ جو دوست بھیجتے ہیں اُن کی قدر کی جاتی ہے۔ قندیل ادب اکثر ممالک میں پانچ ہزار قارئین تک جاتا ہے۔ اور ویب سائٹ سے بھی پڑھا جاتا ہے۔ اگر آپ کے پاس ادبی فن پارہ کوئی نہیں تو اپنے ریمارکس ہی ارسال کر دیا کریں تاکہ ہم اپنا محاسبہ کرتے رہا کریں۔ شکریہ۔

(رانا عبدالرزاق خان)

فہرست

آپ کے خطوط		2
ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام میری نظر میں	عاصی صحرائی	2
غزل	بہادر شاہ ظفر	3
نصیحت	ثاقب زیروی	3
مردِ مسلماں	اقبال	3
غزل	احمد فرازؔ	4
غزل	ساغر صدیقی	4
غزل	حفیظ جالندھری	4
محبوب کے نام، دشمن کے نام	مسلم سلیم	5
غزل	حبیب جالب	5
غزل	خواجہ عبدالمومن ناروے	5
غزل	امتہ الباری ناصر	5
غزل	رئیس الدین رئیس	6
غزل	مبارک ظفر	6
غزل	رضیہ اسماعیل	6
جمیل الرحمن پر ایک نظر	عاصی صحرائی	7
مونا (افسانہ)	عبدالرزاق واحدی	8
غزل	امجد مرزا امجد	9
غزل	ساجد محمود رانا	9
غزل	اسحاق عاجز جرمنی	9
ڈاکٹر فراز حامدی شعرائے کرام کی نظر میں	رانا عبدالرزاق خان	11
علاماتِ قیامت	بلال افتخار	13
غزل	عاصی صحرائی، رخسانہ رخشی	13
غزل	زاہد عظمت، ڈاکٹر ساحر شیوی	14
غزل	سائرہ بتول، سبینہ سحر	14
غزل	آغا محمد سعید، مضطر عارفی	15
جب وقت دیکھنے والی گھڑیاں نہیں تھیں	فراز حمید خاں	15
کام کی باتیں	اعزاز لطیف خان	15
غزل	سہیل لون	15
غزل	عطاء الحق، سلیم شاہجہان پوری	16
غزل	عاصی صحرائی	16
انمول موتی	شیراز وحید خان	17
میری پیاری بیوی	بی اے رفیق	17
گلدستہ	سید حسن خان	18
یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات	زکریا ورک، کینیڈا	19

○○

آپ کے خطوط

رضیہ اسمٰعیل برمنگھم

رانا صاحب بہت بہت شکریہ قندیلِ ادب جولائی ۱۴ بھیجنے کا اور میری غزل شائع کرنے کا بھی ۔ میں امید کرتی ہوں کہ آئندہ کے شماروں میں آپ میری کتاب سے کہانیاں بھی گاہے گاہے شائع کرتے رہا کریں گے۔ میں بھی ایک رسالہ اسلام آباد سے ''عکاس'' نکال رہی ہوں اس کا لنک بھی بھیج رہی ہوں۔ پڑھیئے گا۔

زکریا ورک کنیڈا

ڈیر رانا صاحب آپ کی دعاؤں کا شکریہ۔ میگزین میں غزل کی بہتات ہے۔ ورائٹی تبدیل کریں۔ معیار تو اچھا ہے۔ زیادہ علمی اور معیاری مضامین کو جگہ دی جائے تو اچھا ہوگا۔

مبارک صدیقی لندن

قندیلِ اَدب پڑھ کر تناؤ کم ہوتا ہے ۔ یہ ڈائجسٹ ہے۔ اس میں علمی اور ادبی مضامین اور مزاح بھی ہوتا ہے۔ غیر جانبداری اس کا نصب العین ہے ۔ اخوت اس کا شعار ہے ہے مجھے اسی لئے اس سے پیار ہے۔ استقلال سے آگے بڑھتے رہیئے۔

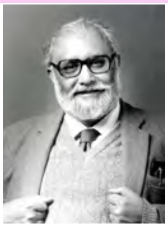

ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام میری نظر میں

(عاصی صحرائی)

۱۔ عصرِ حاضر کی سائنس کی دنیا کا مہرِ درخشاں اور درِ نیوٹن تھے نہ صرف برّ صغیر پاک و ہند بلکہ اسلامی دنیا کے واحد سائنسدان جس نے طبیعات میں نوبل جیسا بڑا انعام حاصل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ فی زمانہ ذہانت صرف مغرب ہی کی میراث نہیں۔

۲۔ تیسری دنیا کے پسماندہ ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترویج کے لئے ایک بہت ہی با اثر وفعال کردار کی شخصیت تھے۔

۳۔ اپنے نافع الناس ہونے کا عملی ثبوت طبیعات کے اس بین الاقوامی ادارے (ICTP) کے قیام کی صورت میں دے گئے۔ جہاں سے اُن کی وفات تک (۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء) پسماندہ وترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک کے تقریباً ۴۰۰۰۰ چالیس ہزار نوجوان سائنسدان جدید سائنسی علوم سے مستفید ہو چکے تھے۔ اور آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

۴۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے ترجمان مجلہ ماہنامہ (تہذیب الاخلاق جنوری ۱۹۸۶) رقمطراز ہے۔ کہ رابندر ناتھ ٹیگور نے تاج محل کے متعلق لکھا: ''تاج محل ایک چشمِ عشق کا ایک منجمد آنسو ہے'' تاج محل کی طرح ICTP ہر چشمِ بینا سے خراجِ عقیدت وصول کر رہا ہے۔ اٹلی کے ایک چھوٹے سے شہر میں قائم اس کے جمالِ لیلٰی علم، نورِ شمع علم، انسانیت کا سرچشمہ، ایک حساس اور دردمند دل کا خونِ جگر ہے۔''

۵۔ امن کا شہزادہ جس نے دنیا میں ایٹمی تباہی کو ختم کرنے کے لئے اور بین الاقوامی امن قائم کرنے کے لئے کئی کمیٹیوں کی صدارت کی۔ اور ہزار ہا میل کا سفر طے کیا۔ چنانچہ اس مساعی جمیلہ کے اعتراف کے طور پر آپ کو UNO کی طرف سے ۱۹۶۸ میں ''ایٹم برائے امن'' کا انعام دیا۔

۶۔ وسیع القلب اور مشفق انسان، جس نے دنیا بھر کے ہزاروں طلباء کی تعلیم کا ذمہ لیا۔ اور غریب ممالک کے تعلیمی اداروں کو اپنے بے لوث اثر ورسوخ سے سائنسی سامان کی فراہمی کو سہل اور ممکن بنا دیا۔

۷۔ ایک سچا اور اور بے لوث محب وطن، جس نے کئی ممالک کی شہریت کی پیشکشوں کو ٹھکرا کر جس نے ساری عمر سبز پاسپورٹ پر سفر کیا اور اپنے ملک کے پانچ صد سائنسدانوں کی تربیت کا بیرون مملک انتظام کیا اور یہ امر حقیقت ہے کہ ڈاکٹر ثمر مبارک جیسے کئی نامور سائنسدانوں کی تربیت پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کی مرہونِ منت ہے۔

۸۔ایک درویش صفت انسان تھے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ باوجود شش جہات سے ان گنت انعامات اور عنایات پانے والے پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام کے پاس تکبّر اور غرور تک پھٹکا نہیں اور انعامات کی رقوم سے سرے محل یا رائیونڈ محل نہیں کھڑے کئے اور نہ ہی ذاتی طمع کی خاطر ایٹم بم کی ٹیکنالوجی کسی بلیک مارکیٹ میں فروخت کی۔ اسی عظمت کی قدر سب سربراہانِ ممالک بھی کرتے تھے۔چنانچہ اس انسان دوستی کی وجہ تھی کہ ایک بار علی گڑھ یونیورسٹی وزٹ کرنے گئے تو یونیورسٹی کے اساتذہ اور طلباء اُن کے استقبال کے لئے باہر آ کر کھڑے ہوگئے۔اور طلباء نے گاڑی کا انجن بند کروا کر عزت افزائی کی خاطر گاڑی کو دھکیل کر یونیورسٹی کے اندر لا کھڑا کیا۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بہادر شاہ ظفر....غزل

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا
یا میرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
خاکساری کے لئے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاکِ درِ جاناں نہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھ کو
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
اپنا دیوانہ بنایا مجھے ہوتا تو نے
کیوں خرد مند بنایا نہ بنایا ہوتا
تھا جلانا ہی اگر دوری ساقی سے مجھے
تو چراغ درِ میخانہ بنایا، ہوتا
شعلہ حسن چمن میں نہ دکھایا اُس نے
ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا
روزِ معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفؔر
ایسی بستی سے تو ویرانہ بنایا ہوتا

ثاقب زیروی....نصیحت

مئے کی مانند ہر اک جام میں ڈھلتے رہنا
ہم نے سیکھا نہیں ایماں بدلتے رہنا
ٹھوکریں کھا کے بہر گام سنبھلتے رہنا
دوستو! تم کو قسم ہے یوں ہی چلتے رہنا
خدمتِ دیں کی لگن کیسے مٹا سکتے ہیں
شمع سے سیکھا ہے جن لوگوں نے جلتے رہنا
غم نہ کرنا جو ہیں راہوں میں اندھیروں کے ہجوم
سرخرو ہو کے اندھیروں سے نکلتے رہنا
خود بخود دے گی صدا تم کو کناروں کی ہوا
دل میں موجوں کی تڑپ لے کے مچلتے رہنا
گلشنِ دینِ محمدؐ کے مہکتے پھولو!
لاکھ ہو جور خزاں پھلتے پھولتے رہنا
اور بھی آئیں گے اس راہ میں کچھ سخت مقام
عزم کی شمع لئے سینوں میں جلتے رہنا
لذتِ سوزِ جگر دولت بیدار بھی ہے
صورتِ شمع سرِ بزم پگھلتے رہنا
راہگزاروں میں تو ہو سکتی ہے ترمیم مگر
راہرو دیکھنا! منزل نہ بدلتے رہنا
ایک موتی کی طرح بطنِ صدف میں ثاقبؔ
ہم نے سیکھا ہے حوادث میں بھی پلتے رہنا

اقبال....مردِ مسلماں

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں ، کردار میں اللہ کی بُرہان!
قہاری، غفوری، قُدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
ہمسایہ جبریل میں بندۂ خاکی
ہے اس کا نشیمن نہ بخارا نہ بدخشان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن!
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

شاعر نامعلوم....غزل

فرض کرو ہم اہلِ وفا ہوں، فرض کرو دیوانے ہوں
فرض کرو یہ دونوں باتیں جھوٹی ہوں افسانے ہوں
فرض کرو یہ جی کی بپتا، جی سے جوڑ سنائی ہو
فرض کرو ابھی اور ہو اتنی، آدھی ہم نے چھپائی ہو
فرض کرو تمھیں خوش کرنے کے ڈھونڈے ہم نے بہانے ہوں
فرض کرو یہ نین تمہارے سچ مچ کے میخانے ہوں
فرض کرو یہ روگ ہو جھوٹا، جھوٹی پیت ہماری ہو
فرض کرو اس پیت کے روگ میں سانس بھی ہم پر بھاری ہو
فرض کرو یہ جوگ بجوگ کا ہم نے ڈھونگ رچایا ہو
فرض کرو بس یہی حقیقت باقی سب کچھ مایا ہو

احمد فراز....غزل

غمِ حیات کا جھگڑا مٹا رہا ہے کوئی
چلے آؤ کہ دنیا سے جارہا ہے کوئی
ازل سے کہہ دو کہ رُک جائے دو گھڑی
سُنا ہے کہ آنے کا وعدہ نبھا رہا ہے کوئی
وہ اس ناز سے بیٹھے ہیں لاش کے پاس
جیسے رُوٹھے ہوئے کو منا رہا ہے کوئی
پلٹ کر نہ آجائے سانس نبضوں میں
اتنے حسین ہاتھوں سے میت سجا رہا ہے کوئی

ساغر صدیقی....غزل

بر گشتۂ یزدان سے کچھ بھول ہوئی ہے
بھٹکے ہوئے انساں سے کچھ بھول ہوئی ہے
تا حدِ نظر شعلے ہی شعلے ہیں چمن میں
پھولوں کے نگہبان سے کچھ بھول ہوئی ہے
جس عہد میں لُٹ جائے فقیروں کی کمائی
اس عہد کے سلطان سے کچھ بھول ہوئی ہے
حوروں کی طلب اور مے و ساغر سے ہے نفرت
زاہد ترے عرفان سے کچھ بھول ہوئی ہے

نذیر قیصر....غزل

میں راکھ ہوتا گیا اور چراغ جلتا رہا
چراغ جلتا رہا آسماں پگھلتا رہا
میں بوند بوند جلا وصل کے کنارے پر
وہ لہر لہر بدن کروٹیں بدلتا رہا
لگی تھی آگ درختوں کے پار دریا میں
میں دیکھتا رہا اور آفتاب ڈھلتا رہا
بس ایک شام سرِ دشت کربلا اُتری
پھر اُس کے بعد گھروں سے علَم نکلتا رہا
گلاب بہتا رہا خواہشوں کے پانی میں
ہوائیں چلتی رہیں اور دیا مچلتا رہا
عجب سفر تھا مرے اس کے درمیاں قیصرؔ
غبار اُڑتا رہا اور ستارا چلتا رہا

حفیظ جالندھری....غزل

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے
نہیں مرتے ہیں تو ایذا نہیں جھیلی جاتی
اور مرتے ہیں تو پیماں شکنی ہوتی ہے
لُٹ گیا وہ ترے کوچے میں رکھا جس نے قدم
اِس طرح کی بھی کہیں راہ زنی ہوتی ہے
مے کشوں کو نہ کبھی فکر کم و بیش ہوئی
ایسے لوگوں کی طبیعت بھی غنی ہوتی ہے
پی لو دو گھونٹ کہ ساقی کی رہے بات حفیظؔ
صاف انکار میں خاطر شکنی ہوتی ہے

مسلم سلیم....محبوب کے نام

یہ جسم کرتا ہے اکثر بہت سوال ترا
رگوں میں دوڑنے لگتا ہے جب خیال ترا
قدم بچا کے رکھوں میں اگر تو کیسے رکھوں
ہر اک سمت تو پھیلا ہوا ہے جال ترا
قریب سے جو بچا کر نظر نکلتے ہیں
ذرا سنبھل، یہی پوچھیں گے حال چال ترا
چلا سفر پر جو تو اُن کی راہ سے ہٹ کر
تو آج دیکھ لے کیا ہوگیا ہے حال ترا

مسلم سلیم....دُشمن کے نام

عروج ہونے کو ہے بے شک ہے بے مثال ترا
وہ دن بھی سوچ کہ جب آئے گا زوال ترا
دہک اُٹھے گا خود ترا ہی بدن
تباہ کردے گا تجھ کو یہ اشتعال ترا
ابھی تو سیر ستاروں کی کر رہا ہے تو
زمانہ دیکھے اک دن زوال ترا
اُلٹ دے مسلِم خستہ کے دُشمنوں کے نگر
جمال والے دکھا دے جلال ترا

حبیب جالب....غزل

اے چاند یہاں نکلا نہ کر
بے نام سے سپنے دکھلا کر
یہاں اُلٹی گنگا بہتی ہے
اس دیس میں اندھے حاکم ہیں
نہ ڈرتے ہیں نہ نادم ہیں
نہ لوگوں کے وہ خادم ہیں
ہے یہاں یہ کاروبار بہت
اس دیس میں گردے بکتے ہیں
کچھ لوگ ہیں عالیشان بہت
اور کچھ کا مقصد روٹی ہے
وہ کہتے ہیں سب اچھا ہے
مغرب کا راج ہی سچا ہے
یہ دیس ہے اندھے لوگوں کا
اے چاند یہاں نکلا نہ کر

خواجہ عبدالمومن ناروے....غزل

خاکساری پسند ہے اُس کو
خاک ہوتے تو کتنا اچھا تھا
سرفرازی تجھے نہ راس آئی
جھک کے رہتے تو کتنا اچھا تھا
بدگمانی نے تجھ کو دور کیا
اس سے بچتے تو کتنا اچھا تھا
نیک خو، پارسا وفا سیرت
تم بھی ہوتے تو کتنا اچھا تھا
جس کو بھیجا ہے تیرے مولا نے
مان لیتے تو کتنا اچھا تھا
کبرو ضد میں سدا ہے رُسوائی
تم نہ کرتے تو کتنا اچھا تھا
نام مومن تو رکھ لیا تم نے
ایسا بنتے تو کتنا اچھا تھا

اب.ناصر....غزل

بیمار رو رہے ہیں کہ مسیحا نہیں رہا
انسانیت کا خادمِ اعلیٰ نہیں رہا
ہمدرد درد خون بہہ گیا میری بستی کی خاک پر
دکھیوں کے درد بانٹنے والانہیں رہا
ممکن نہیں ہے بہتے ہوئے اشک تھامنا
اب اختیار دل پہ ہمارا نہیں رہا
پیارے خدا نے چُن لیا تازہ حسین پھول
دنیا میں اب وہ آنکھ کا تارا نہیں رہا
وہ زندہ جاوداں ہے ملائک کی گود میں
کہنا نہیں اُسے وہ زندہ نہیں رہا

کیوں ڈالتے ہو ہاتھ کلیجوں کو ظالمو
کیوں تم کو کوئی خوفِ خدا نہیں رہا
ظالم دلوں پہ لگ گئی ہے مہرِ بے حسی
اب کوئی سننے دیکھنے والا نہیں رہا
پتھر سی ہوگئیں ہیں زبانیں ہر ایک کی
بستی میں کوئی بولنے والا نہیں رہا
اپنا سب احتجاج ہے مولا تیرے حضور
ترے سوا کوئی بھی سہارا نہیں رہا
آئے نہ اور کوئی بھی ایسی خبر کبھی
اب اور درد سہنے کا یارا نہیں رہا

رئیس الدین رئیس....غزل

کہیں نہ دھوپ، نہ بارش، ہے سائبان اُداس
نظر جھکائے ہوئے لوگ، آسمان اُداس
شکار کرکے پرندہ، شکاری خوش
لہو کے داغ اُٹھائے ہوئے چٹان اُداس
گھروں میں بھوک سے بچے بڑے فسردہ سب
نگر میں کرفیو نافذ ہر اِک دکان اُداس
یہ سوچ کر میں ادھورے سفر سے لوٹ آیا
کہ ہجر ساعتیں کردیں نہ میری جان اُداس

مبارک ظفر....غزل

وہ سراپا سامنے ہے سب استعارے مسترد
چاند،جگنو،پھول،خوشبو اور ستارے مسترد
تذکرہ جن میں نہ ہو اُن کے لب و رُخسار کا
ضبط وہ ساری کتابیں وہ شمارے مسترد
کشتیء جاں کا ہے رشتہ جب کسی طوفان سے
سب جزیرے رائیگاں سب جزیرے مسترد
اُس کی خوشبو ہمسفر راہِ مسافت میں ہو گر
خواب،منظر،رہگزر، دریا، شرارے مسترد
جب کوئی بوئے وفا اُن میں نہیں باقی رہی
ساری سوغاتیں تمہاری خط تمہارے مسترد
خاک وخوں کا دیکھنا ہی جب مقدر میں ہے ظفرؔ
زندگی کے رنگ سارے سب نظارے مسترد

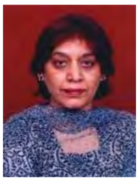

رضیہ اسمٰعیل برمنگھم....غزل

ٹوٹا ہوا خوابوں کا نگر دیکھ رہی ہوں
اب دید کی خواہش نہیں، پر دیکھ رہی ہوں
چھپتی نہیں آنکھوں کی نمی لاکھ چھپائیں
ہر چہرے پہ دیدہ تر دیکھ رہی ہوں
پنچھی ہے ،قفس ہے ،کہیں پرواز کی خواہش
میں پنجرے میں ٹوٹے ہوئے پر دیکھ رہی ہوں
اینٹوں سے گھر بنتے ہیں، گھر پیار وفا سے
بازار میں بکتے ہوئے گھر دیکھ رہی ہوں
نالے میرے جا پہنچے ہیں اب عرشِ بریں پر
میں اپنی دعاؤں کا اثر دیکھ رہی ہوں

عامرامیر....غزل

دکھانے کو سجنا سجانا نہیں تھا
محبت تھی ملنا ملانا نہیں تھا
میں لوگوں کی باتوں پہ جو ٹھہر جاتا
تو لوگوں نے رُکنا رُکانا نہیں تھا
سیئے خود ہی دامن، گریباں وگرنہ
کہ پیشہ تو سینا سلانا نہیں تھا
وہ مجھ پہ محبت سے اک وار کرتا
تو میں نے بھی بچنا بچانا نہیں تھا
اے ساقی! ہمیں مل،کہ ملنے ہیں آئے
ارے ہم نے پینا پلانا نہیں تھا
وہ منت سماجت پہ اُترا تو میں نے
دیا دل جو دینا دلانا نہیں تھا
غزل میری نہ جانے کہاں کونکل دی
ارادہ تو جینا جلانا نہیں تھا

جمیل الرحمن پر ایک نظر

(عاصی صحرائی)

اصل نام: کنور محمد جمیل الرحمن خاں جمیل۔ والد کا نام: ڈاکٹر راؤ محمد حبیب الرحمن خاں صدیق۔ پیدائش: محمد نگر گڑھی شاہو لاہور۔ قلمی نام: جمیل الرحمن۔ مشاغل: اَدب وصحافت۔ خصوصی دلچسپی: اُردو زبان واَدب۔ مراحلِ ہجرت: ۱۹۷۷ء تا ستمبر ۱۹۸۲ء مغربی جرمنی۔ اکتوبر ۱۹۸۲ء تا ۲۰۰۸ء ہالینڈ اکتوبر ۲۰۰۸ء تا حال برطانیہ

ادبی شناخت: ادبی نقاد، شاعر، ادبی خدمات: سابق جوائنٹ سیکٹری (۷۵۔۷۷) حلقۂ تخلیقِ ادب لاہور، سابق مدیر اعلیٰ، سہ لسانی جریدہ المصور (۸۲۔۷۸) جرمنی

بانی کنوینر: لٹریچر اینڈ آرٹ سوسائٹی ۱۹۹۱ء ہالینڈ۔

تخلیقات:

۱۔ خواب، ہوا اور خوشبو، نظمیں (۷۵۔۲۰۰۸)
۲۔ کُوئے بازگشت (غزلیں)
۳۔ کارنیوال (نظموں کا مجموعہ)
۴۔ ڈوبتے دن کی سرگزشت (زیرِ ترتیب)
۵۔ قریۂ غزال (غزلیں زیرِ ترتیب)
۶۔ زمیں جب آنکھ کھولے گی (مزاحمتی شاعری)
۷۔ لہو کی بوند بولے گی (نظمیں ترانے، گیت)
۸۔ ہم پہ سورج کہیں ڈوبتا ہی نہیں۔ (نظمیں۔ ترانے، گیت)
۹۔ حرفِ سقراط (نظمیں گیت) (زیرِ ترتیب)
۱۰۔ حدیقۃ العروض۔ علم العروض پر ایک تالیف۔ (زیرِ ترتیب)

جمیل الرحمن ایک منفرد سوچ کا حامل شاعر

جمیل الرحمن کے متعلق سلیم کوثر رقم طراز ہیں:

جمیل الرحمن کی نظمیں ہمیں تخلیقی بہاؤ کی ایک کیفیت سے ہمکنار کرتی ہیں۔ اس کا اپنا ایک استعاراتی نظامِ فکر ہے۔ اس کے ہاں الگ سے سوچنے کی ایک عادت سی پائی جاتی ہے۔ الگ سے سوچنے کی یہی اُس کی عادت ہنر گئی ہے۔ وہ کوئی نظم کہیں سے بھی شروع کر سکتا ہے مگر اختتام اُداسی میں گُندھی ہوئی ایک ایسی مسرت آمیز ساعت پر کرتا ہے جس کی جگمگاہٹ نظم کی جمالیاتی سمتوں کو مجروح نہیں ہونے دیتی۔ جمیل الرحمن کی نظمیں ہمیں اُس کے اندر پھیلے ہوئے محبتوں سے لبریز روشن موسموں کا پتہ دیتی ہیں جن کی دہلیز پر شاعر نے اپنی آنکھیں اپنے رَت جگوں سمیت آنے والے دنوں کی بشارتوں کے ساتھ رکھ دی ہیں۔

ڈاکٹر اصغر ندیم سیّد لکھتے ہیں:

خواب سے منظر تک کی دنیا کو دریافت کرنے کا عمل جمیل الرحمن کے شعری مزاج کی کلید ہے۔ اس مزاج کو پانے میں اُس نے بہت ریاضت کی ہے۔ ''خواب ہوا اور خوشبو'' محض الفاظ نہیں ہیں۔ ان سے وابستہ تلازمے ایک کائنات کو دریافت کرنے کا عندیہ دے رہے ہیں۔ اس میں شامل جو لمس اور احساس ہے وہ جمیل الرحمن کی نظموں میں لہر در لہر پھیلا ہوا ہے۔ جب ہم اُس کی شعری دنیا میں داخل ہوتے ہیں تو یہ ذائقے ہمارا استقبال کرتے ہیں۔

احمد صغیر صدیقی لکھتے ہیں:

جمیل الرحمن کی نظمیں پڑھیے تو خیال آتا ہے کہ وہ روایت سے کٹے ہوئے شاعر نہیں ہیں۔ مگر روایتی بھی نہیں ہیں۔ اور وہ ایسے بھی شاعر بھی نہیں ہیں کہ جنھوں نے تجربے وغیرہ کے چکر میں اپنی شاعری کا ستیاناس کر دیا ہو۔ انہوں نے اپنی باتیں اپنے مروجہ اسلوب ہی میں کی ہیں۔ مگر ان کی نظموں میں کوئی فرسودگی نظر نہیں آتی۔ ان کی شاعری فکر سے مملو بھی ہے اور اُن کے ہاں احساس منجمد مادے کی طرح نہیں بلکہ سیال حالت میں ملتا ہے۔

فرخ راجا بیان کرتے ہیں:

جمیل الرحمن کی نظمیں فلسفیانہ موشگافیوں سے قطعی الگ تھلگ نظریاتی تحریکوں اور بناوٹی عقیدوں سے بے نیاز سادہ اور کھرے جذبوں کی ایسی لفظی تصویریں ہیں جن کے نقوش لوحِ سخن پر انمٹ روشنائی سے کندہ ہیں۔ ''آخر شب''، ''میں خود تو نہیں ہنستا''، ''ماہی گیر''، ''بے ہنر ساعتوں میں ایک سوال'' جیسی نظمیں ایسی کیفیات کی حامل نظر آتی ہیں۔ جو اُس کی زندگی اور نظریے کو سمجھنے میں مدد و معاون ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ کتاب اہلِ نظر کو متاثر کرے گی۔

ڈاکٹر نثار ترابی فرماتے ہیں:

جمیل الرحمن بنیادی طور پر ایک رومانی شاعر ہے۔ اُس نے زندگی کی ایک ایسی تصویر اپنے من میں سجا رکھی ہے۔ اُس کی بنیاد اُس کے خواب ہیں۔ خواب جو حقیقت سے مختلف اور بعض اوقات متضاد ہوتے ہیں۔ مگر جمیل الرحمن کے ہاں خوابوں کے رنگ زندگی کے اتنے قریب ہیں کہ اُن پر حقیقت بھی رشک کرنے لگتی ہے۔ الفاظ سبک ندی کے پانی کی طرح رقص کرتے ہوئے مدھر سروں کی مستی بکھیرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یقیناً یہ کتاب اہلِ نظر سے تحسین وصول کرے گی۔

○○

افسانہ...

مونا

(تحریر: عبدالرزاق واحدی)

مجھے شعبہ تدریس سے وابستہ بیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اس دوران میں نے بہت سے بچوں کو علم کے نور سے منور کیا ہے۔ ان بیس سالوں میں میرے بہت سے شاگرد ہوئے ہیں اب اگر ان میں سے کوئی میرے سامنے بھی آئے تو میں اس کے نام اور شکل سے بھی واقف نہیں ہوگا لیکن چند ایک طالب علم ایسے بھی ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی یاد نہیں مٹتی وہ ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔ شاید وہ یاد رہنے کے قابل ہوتے ہیں، ایسے ہی شاگردوں میں سے میری ایک ہونہار شاگرد مونا بھی تھی جس کی موت کا سن کر مجھے شدید صدمہ ہوا ہے اور میرے ہاتھ آج زندگی میں پہلی بار اپنی ذاتی ڈائری لکھنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ یہ آج سے بیس برس پہلے کا واقعہ ہے جب میں بی اے کرنے کے بعد نہ صرف اپنے گھر پر بچوں کو ٹیوشن پڑھاتا تھا بلکہ کچھ طالب علموں کو ان کے گھر جا کر بھی پڑھایا کرتا تھا۔ ایک روز بادل کھل کر برسے تھے اور بارش رکنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ اس وقت میں اپنے شاگرد کو پڑھانے اس کے گھر گیا ہوا تھا چنانچہ میں بارش رکنے کا خیال کر کے اپنے اسی شاگرد کے ہاں رک گیا اور کافی دیر بارش رکنے کا انتظار کرتا رہا لیکن بارش تھمنے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ مجھے بارش رکنے کا انتظار کرتے کرتے رات کے دس بج چکے تھے چنانچہ میں نے مجبوراً بارش میں ہی اپنے گھر کی راہ لی۔ بارش میں تو میں گھر کے لیے نکل آیا تھا لیکن بارش کا پانی سڑکوں پر جمع ہونے کے سبب مجھے کوئی سواری نہیں مل سکی تھی چنانچہ میں پیدل ہی گھر کی راہ پر چل پڑا تھا۔ پیدل گھر آنے کے لیے مجھے شارٹ کٹ راستوں کا انتخاب کرنا پڑا تھا تاکہ میں کم سے کم راستوں سے ہوتا ہوا اپنے گھر پہنچ سکوں، انہی شارٹ کٹ راستوں میں سے میرا گزر قبرستان سے بھی ہونا تھا جب میں قبرستان کے نزدیک پہنچا تو اس وقت بارش کا زور کافی حد تک ٹوٹ چکا تھا لیکن بارش برس ضرور رہی تھی اور جب میں قبرستان کے اندر داخل ہوا تو میرے کانوں نے لڑکی کی آواز سنی وہ کسی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی چنانچہ میں ٹھٹھک گیا کہ اتنی رات گئے اور اس طوفانی بارش میں نا جانے کون لڑکی کو لے کر قبرستان میں آ گیا ہے۔ دوسرا میرے ذہن میں یہ بھی خیال ابھر رہا تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اس لڑکی کو کوئی بہلا پھسلا کر بری نیت سے قبرستان میں لے آیا ہو کیونکہ پچھلے ہفتے ہی اس قبرستان میں ایک نوعمر لڑکی کی لاش ملی تھی جس کو ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر دیا تھا۔ اس واقعہ کی بنا پر میں سمجھ رہا تھا کہ ہوسکتا ہے اس لڑکی کو بھی ویسی ہی نیت سے نہ لایا گیا ہو۔ چنانچہ میں محتاط انداز سے قبرستان کے چاروں طرف دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی مشکوک شخص نظر تو نہیں آ رہا اور ساتھ ساتھ میں آنے والی آواز کی سمت بھی دیکھتا کیونکہ قبرستان میں اندھیرا تھا جس کی وجہ سے مجھے آواز کی ٹھیک سمت کی طرف دیکھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ چنانچہ میں ابھی کسی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا کہ مجھے لڑکی کا ہیولا دکھائی دیا وہ بارش کی وجہ سے بھیگ چکی تھی اور جلد جلد قدم اٹھاتی ہوئی قبرستان کی حدود سے باہر نکل رہی تھی۔ میں نے لڑکی کا پیچھا کرنا مناسب نہ سمجھا ہاں البتہ میں قبرستان میں ہی اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں سے وہ مجھے دکھائی دی تھی۔ میں اس شخص کو پکڑنا چاہتا تھا جس کے ساتھ وہ ملاقات کرنے کے لیے اتنی رات گئے یہاں آئی تھی لیکن بسیار کوشش کے باوجود میری کوشش رائیگاں گئی اور مجھے کہیں بھی کوئی شخص نظر نہ آیا ہاں البتہ جس قبر کے پاس بیٹھ کر وہ کسی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی وہاں پر صرف ایک ہی شخص کے قدموں کے نشان تھے جو اسی لڑکی کے معلوم ہو رہے تھے۔ قبرستان مِیں مَیں کسی دوسرے شخص کو ڈھونڈنے میں ناکام رہا تھا اور مایوس ہو کر قبرستان سے باہر نکل آیا کہ اچانک میری نظر اسی لڑکی پر پڑ گئی جو شاید قبرستان کے سامنے والی گلی میں پانی کھڑا ہونے کے سبب دوسری گلی سے ہوتی ہوئی بڑی سڑک کی طرف چلی جا رہی تھی چنانچہ اُس لڑکی پر نظر پڑتے ہی میں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ سیدھا اس کے پیچھے چل پڑا اور میرا خیال بالکل ٹھیک تھا کہ وہ لڑکی پانی کھڑا ہونے کی وجہ سے دوسری گلی سے ہو کر آئی تھی۔ میں دو دو فٹ کھڑے پانی سے گزر کر تیز تیز ڈگ بھرتا ہوا لڑکی کے پاس پہنچنے ہی والا تھا کہ اچانک کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی۔ راستہ روکنے والے کا وجود میری آنکھوں سے اوجھل تھا۔ میں اس کی کوشش کو محسوس تو کر سکتا تھا لیکن اس کا وجود دیکھ نہیں پاتا تھا پہلے تو میں اس کو اپنا وہم تصور کرتا رہا اور مسلسل آگے بڑھنے کی کوشش کرتا رہا کہ اچانک نہ نظر آنے والے وجود نے مجھ پر گھونسوں اور تھپڑوں کی بارش کر دی۔ اس کے گھونسوں اور تھپڑوں سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ جو سایہ ہے یقیناً کسی مرد کا سایہ ہے۔ میں سائے کی مار سے نڈھال ہو کر سائے کی منت سماجت کرنے لگا۔ میری آہ وزاری سُن کر اَروس پڑوس کے لوگ اکٹھے ہو گئے جس کی وجہ سے شاید اس سائے نے مجھے مارنا پیٹنا چھوڑ دیا تھا چنانچہ لوگوں کے پوچھنے پر میں نے ان کو بتایا کہ پھسلن کی وجہ سے گر گیا تھا۔ میرے اندر اٹھنے کی ہمت نہیں رہی تھی جس کی وجہ سے میرے اندر سے آہ وزاری نکل پڑی تھی۔ چنانچہ لوگوں نے مجھے پانی پلا کر اس قابل کر دیا کہ میں اپنی منزل تک پہنچ سکوں۔ اتنی مار کھانے کے بعد میں مزید اس لڑکی کا پیچھا نہیں کر سکتا تھا اور نہ ہی اب اس کی خواہش تھی کیونکہ مجھے یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ لڑکی کسی مرد سے ملنے کے لیے نہیں بلکہ کسی روح سے ملنے کے لیے گئی تھی یا پھر وہ لڑکی روح ہی تھی جو کچھ بھی تھا میں اس کو اپنا وہم جان کر ڈرا ڈرا گھر کی طرف چل پڑا۔ گھر کے سارے راستے چلتے ہوئے مجھے یہ خیال ستاتا رہا کہ کہیں پھر وہ روح دوبارہ مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ اپنے اندر کے ڈر کو دور کرنے کے لیے میں نے درود شریف کا ورد شروع کر دیا

تھا جس کی وجہ سے میرے اندر کا خوف قدرے کم ہو گیا تھا لیکن ختم نہیں ہوا تھا اور گھر جا کر میں سیدھا کچھ کھائے پیئے بغیر اپنے بستر پر دراز ہو گیا۔ اس واقعے کو گزرے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ مجھے نامور اکیڈمی میں ایوننگ ٹائم میں پڑھانے کی ملازمت مل گئی۔ اکیڈمی میں جا کر مجھے معلوم ہوا کہ وہی لڑکی جس کو میں نے قبرستان میں دیکھا تھا اور جس کا پیچھا کرتے ہوئے مجھے کسی سائے نے خوب مارا پیٹا تھا وہ میری کلاس میں زیرِ تعلیم ہے۔ پہلے تو میں اس سے بات کرنے سے ہچکچاتا تھا کہ نہ جانے پھر وہی روح ناراض ہو کر اسی کلاس روم میں مجھے مارنے پیٹنے ہی نہ لگ جائے۔ لیکن رفتہ رفتہ میں نے اپنے خوف پر قابو پایا اور اس سے قبرستان والے واقعے کے مطلق جاننے پر آمادہ ہو گیا۔ پہلے پہل تو وہ لڑکی مجھ سے اس موضوع پر بات کرنے سے کتراتی رہی تھی لیکن جب میں نے اس کو اعتماد میں لے کر اپنی کہانی اور روح کا تذکرہ کیا تو وہ یہ اقرار کرنے میں کامیاب ہو گئی کہ وہ میں ہی تھی جو اس رات قبرستان میں گئی تھی لیکن میں کسی غلط مقصد اور ارادے کے ساتھ نہیں گئی تھی بلکہ اپنے باپ کی روح سے ملاقات کرنے کے لیے گئی تھی۔ جب اس نے روح کا تذکرہ کیا تو میرے اندر اشتیاق ابھرا کہ میں اس سے پوری کہانی سنوں لیکن وہ اپنی کہانی کسی بھی صورت میں سنانا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس کے اعتماد میں مزید اضافہ کیا اور اسے یقین دلایا کہ اگر تم سمجھتی ہو کہ میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں تو مجھے ضرور بتا دوں۔ میں اگر تمہارے کسی کام نہ آ سکا تو تجھے اپنی چھوٹی بہن سمجھتے ہوئے اچھا مشورہ ضرور دے دوں گا۔ اگر تم مجھ پر اعتبار اور اعتماد کرتی ہو تو مجھے ضرور ضرور اس واقعے کے متعلق بتا دو اور تمہاری کہی ہوئی بات میرے سینے میں رہے گی۔ لہٰذا وہ مجھ پر اعتبار کرتے ہوئے مجھے اپنی کہانی سنانے لگی۔ اس نے مجھے بتایا کہ میرے باپ کو میری ماں اور دادا نے مل کر مارا ہے۔ اس الزام کا اس کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا لیکن پھر بھی اسے پختہ یقین تھا کہ اس کا باپ اپنی بیوی اور اپنے سگے باپ کی سازش کے نتیجے میں مارا گیا ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ تم کس بنا پر اتنی بڑی بات کہہ سکتی ہو تو اس نے بتایا ایک روز میں اپنے باپ کی قبر پر گئی تو وہاں پر میرے باپ کی روح مجھ سے باتیں کرنے لگ پڑی پھر میں ہر جمعرات کی شام قبرستان پر چلی جاتی اور گھنٹوں اپنے باپ کی روح کے ساتھ باتیں کیا کرتی۔ میرے باپ کی روح نے ہی مجھے بتایا تھا کہ میں اپنی بیوی اور باپ کی سازش کا شکار ہوا ہوں کیونکہ میں نے ان دونوں کو نازیبا حرکات کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور انہوں نے مجھے پکڑ کر میرا گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور عنقریب تجھے بھی مارنے والے ہیں۔ میں نے اس کے الزام کی تصدیق بھرپور انداز سے لیکن خفیہ طریقے سے کی لیکن مجھے ایسی کوئی شہادت نہیں ملی تھی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مونا کی ماں اور اس کے دادا کے درمیان کوئی ناجائز تعلقات استوار ہے اور نہ ہی مونا کے پاس کوئی ایسی ٹھوس شہادت موجود تھی جس سے اس کے شک کو تقویت ملتی ہو۔ جب کوئی ثبوت ہی موجود نہیں تھا تو میرا استاد کی حیثیت سے یہ فرض بنتا تھا کہ میں اس کو سمجھاؤ کہ خواہ مخواہ اپنی ماں اور دادا پر شک کرنا مناسب نہیں ہے چنانچہ میں نے اس کو یہ باور کرانے کی بھرپور کوشش کی کہ تم کو قبر پر کوئی شیطانی سایہ ملتا ہے جو تمہیں بہکاتا ہے لہٰذا تم کو اس سے بچنا چاہیے اور آئندہ سے قبرستان کا رُخ نہیں کرنا چاہیے، ویسے بھی اتنی رات کو تو کوئی مرد بھی قبرستان میں فاتحہ خوانی کے لیے نہیں جاتا۔ سو تم کو قبرستان میں جانے سے اجتناب کرنا چاہیے اور اس شیطانی سائے کی ہر بات کو درست تسلیم نہیں کرنا چاہیے لہٰذا تم کو ڈاکٹروں کی رائے کو سچ مان لینا چاہیے کہ تمہارا باپ واقعی اچانک ہارٹ اٹیک کی بنا پر انتقال فرما چکا ہے۔ میں نے اپنی بات عقل کی بنیاد پر سمجھانے کی کوشش کی جس کی بنا پر اسے میری بات کی سمجھ آ گئی اور آئندہ سے اس نے قبرستان میں چوری چھپے جانے سے اجتناب کر لیا۔ اِسی سال مجھے سرکاری سکول میں ملازمت مل گئی اور میں دوسرے شہر ملازمت کے لیے چلا گیا۔ پھر ملازمت میں ہی دن، مہینے، سال گزرتے رہے اب جب میں ریٹائرمنٹ کی عمر کو پہنچ رہا ہوں تو میری ترقی ہیڈ ماسٹر کے عہدے پر کر کے محکمے نے مجھے میرے ہی آبائی شہر کے سکول میں ہیڈ ماسٹر بنا کر بھیج دیا۔ ایک روز میں سکول سے واپسی پر گھر کی طرف جا رہا تھا کہ اچانک راستے میں مجھے ایک عورت مل گئی اس نے مجھے نہایت ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا کہ سر میں آپ کی پرانی شاگرد ہوں اور آپ کو سلام کرنے کے لیے رک گئی تھی۔ علیک سلیک کے بعد معلوم ہوا کہ وہ میرے اکیڈمی والے زمانے کی طالب علم ہے جہاں میں سرکاری ملازمت ملنے سے پہلے پڑھایا کرتا تھا یہاں پر میں بمشکل ایک سال ہی پڑھا پایا تھا کہ مجھے سرکاری ملازمت مل گئی تھی۔ اسی اکیڈمی میں میری مونا بھی شاگرد تھی جس کو میں نے قبرستان میں پہلی بار دیکھا تھا لہٰذا میرے ذہن میں خیال ابھرا کہ ہو نہ ہو یہ مونا کو بھی اچھی طرح سے جانتی ہو، اس لیے میں اس سے مونا کے متعلق پوچھنے لگا تو اس نے سرد آہ بھر کہا: ’’سر وہ تو میٹرک کا امتحان دے رہی تھی کہ اس کا انتقال ہو گیا۔‘‘ میں ششدر رہ گیا اور فوراً اس نے پوچھنے لگا: ’’کیسے؟‘‘ ’’سر میں کیا بتاؤں آپ کو بتاتے ہوئے بھی شرم محسوس ہو رہی ہے۔‘‘ ’’بیٹا اصل بات بتاؤ استاد کا رتبہ باپ کے برابر ہوتا ہے۔‘‘ ’’سر اخبارات کے ذریعے میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ اس کی ماں کے کسی کے ساتھ ناجائز تعلقات تھے جس کی بنا پر اس نے اپنے سسر اور بیٹی کو اپنے آشنا کے ساتھ مل کر قتل کر دیا اور اپنے سسر کی تمام جائیداد سمیٹ کر ملک سے فرار ہو گئی۔‘‘ وہ عورت مونا کے متعلق یہ باتیں بتا کر چلی گئی لیکن مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر گئی کہ کیا میں نے مونا کو اپنے باپ کی قبر پر جانے سے روک کر غلطی کی تھی کیونکہ وہ اس کو بی بی کی خبریں پہنچا دیا کرتا تھا۔

○○

ناصر علی سید پشاور....غزل

وہ دیواریں اُگاتا ہے پر دروازے نہیں دیتا
کسی کو اپنے گھر میں بھی تو وہ بسنے نہیں دیتا
دِکھاتا دور سے ہے دودھ کی اور شہد کی نہریں
مگر اُن تک پہنچنے کے کبھی ویزے نہیں دیتا
عجب اِک زعم ہے اُس کو زمینوں پر خدائی کا
مرے بستی میں مجھ کو پھولنے پھلنے نہیں دیتا
مرا رزق کشادہ تنگ کردیتا ہے پل میں
خلاف اپنے ہوا تک کو بھی وہ چلنے نہیں دیتا
کسی کو دوست کہتا ہے تو وہ بھی کانپ جاتا ہے
کہ منزل تو دکھاتا ہے مگر رستے نہیں دیتا
غریبِ شہر کا دُشمن فقیہہ شہر بھی تو ہے
کوئی فتویٰ امیرِ شہر کے ڈر سے نہیں دیتا
اک ایسا خوف اس موت کا طاری ہوا ناصؔر
کسی کو عالمی گاؤں میں اب جینے نہیں دیتا

امجد مرزا امجد....غزل

میرے قدموں بچھا دیتی ہے دامن اپنا
خوشبو خود مجھ کو بنا لیتی ہے دامن اپنا
دشت میں بکھری ہوئی خاک مری سوچتی ہے
کیا دکھائے گی کبھی تیز ہوا فن اپنا
ایک قطرہ بھی نہیں اشکوں کا اب آنکھوں میں
پہلے ایسا کبھی ویران نہ تھا خرمن اپنا
اُس کے آنے کی خبر مجھ کو ستاروں سے ملی
عکس سے جس کے ہر آئینہ ہے روشن اپنا
درد آتا ہے دبے پاؤں بہاروں کی طرح
شام ہوتے ہی مہک اُٹھتا ہے گلشن اپنا
سر ہتھیلی پر لئے ہم بھی تیار امجؔد
غم نہیں ہم کو اگر وقت ہے دُشمن اپنا

ساجد محمود رانا....غزل

کوئی ایسا شخص ہو جو میری پیاسی روح کو ذرا قرار دے
مجھے پیار کی اک نظر دے میری زندگی سوار دے
میں سیاہ نصیب ہوں دوستو مجھے اک پل پیار کی ہو نظر
کوئی لے کر میری زندگی کچھ پل خوشی کے اُدھار دے
میں خزاں پرست ہوں صاحب مجھے بہار سے غرض ہی کیا
مجھے ایسا کوئی دھوکہ دے مجھے زندگی کی ہار دے
بہت جل جل کر تھک چکا ہوں شمع پر اک پروانے کی طرح
مجھے ایسا کوئی زخم دے مجھے جیتے جی ہی مار دے

اسحاق عاجز جرمنی....غزل

تابشِ عشقِ محمد ملی اُن کے دوارے
اور وہاں ہم نے کئے رحمت باری کے نظارے
ناقص و بے کس و بے علم تھا نادار تھا میں
روشنی پائی فقط مہر عرب کے سہارے
ہیں فقط آج بھی اپنا تو وہی سرمایہ
ہم نے جولمحات جوقدموں میں گزارے پیارے
آپ کی چاہ میں گرفتار مری روح و بدن
منتظر ہیں کہ ملیں دید کے دوبارہ اشارے
آرزو ہے کہ لپٹ کر تیری خاکِ پا سے
اشک آنکھوں چھپے ہیں جو بہالوں سارے
ہے شب و روز دعا قادرِ مطلق سے یہی
پھر وہ راہ میرے لئے بطحا کی سنوارے
حشر کے روز جو کر دیں گے شفاعت آقا
پھر تو عاجز کے بھی ہوجائیں گے وارے نیارے

ڈاکٹر فراز حامدی شعرائے کرام کی نظر میں

(راناعبدالرزاق خاں)

ڈاکٹر وِدّیا ساگر آنند لکھتے ہیں:

ڈاکٹر فراز حامدی ایسے شخص وشاعر ہیں کہ جو ان دنوں شہرتوں کے بامِ عروج پر فائز ہیں۔اور عظمتوں کی مسند پر متمکن ہیں۔پوری اُردو دنیا ان کے نام وکام سے بخوبی واقف ہے۔ایک دوہا نگار اور گیت کار کی حیثیت سے انہوں نے شعرو ادب کے پلیٹ فارم پر جو تہلکہ مچایا ہے۔اس کی گونج سات سمندر پار بھی سنائی دیتی ہے۔جہاں اُردو بولی جاتی ہے وہیں ان کے پرستار بھی ہیں۔ڈاکٹر فراز حامدی نے قلیل عرصے میں مختلف ہیئتی تجربوں، تخلیقی قوتوں اور فکری صلاحیتوں سے جو شعری منظر نامہ تیار کیا ہے وہ قابل قدر ہی نہیں بلکہ لائق صد تحسین و تبریک بھی ہے۔قدرت نے انہیں ایک لالہ کا رذہن عطا کیا ہے۔فکری اُپج سے نوازا پیا اور بے پناہ شاعرانہ صلاحیت ودیعت کی ہے یہی وجہ ہے کہ اُن کا قلم مختلف النوع اور بوقلموں رشحات کی جھلکیاں دکھاتا ہے۔دوہے اور گیت پر تو وہ اتھارٹی ہیں۔ماہیے پر بھی ان کی گرفت مضبوط ہے۔جاپانی اصناف ہائیکو اور سیس ریو پر بھی ان کا تخلیقی و تنقیدی سطح پر خاصا کام ہے جاپان ہی کی شعری اصناف تنکا، رینگا، کاتاوتا، چوکا، سڈوکا کو اُردو جگت سے روشناس کرنے میں فراز حامدی کی پہل یقینی طور پر قابلِ قدر ہے۔ڈاکٹر فراز حامدی نے شاعری کے علاوہ نثر میں بھی اپنے قلم کی جولانیاں دکھائی ہیں تنقید کے میدان میں اُترے، تاریخ کو موضوع بنای اور صحافت کا علم تھاما ہیوہ ادبی شخصیت اور انوکھے شاعر ہیں جنہوں نے اپنی حیات میں ہی وقت کے ماتھے پر اپنی عظمت کے نشان ثبت کئے اور اپنے اجتہادی عمل اور فکری رویے سے خود اپنی شناخت کا اسٹیچو تعمیر کیا ہے۔اُردو شعراء ان اصناف کو اپنے اظہار میں شامل کئے ہوئے ہیں۔اُن کے پرستار، مداحین بے شمار ہیں، جس کا ثبوت یہ ہے کہ نثر ونظم میں ادباق شعراء نے ان کی بھپور پذیرائی کی ہے اور خاطر خواہ خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

کالی داس گپتا رضا لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر فراز حامدی کے گیتوں میں ایک سچے شاعر کا دل دھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔اس دل آویز کلام میں رُجحان طبع جذبات انگیز ہے۔جو شاعری کی اہم صفات میں سے ایک ہے آپ کے گیتوں میں موسیقیت بھی قائم ہے اور معنی آفرینی بھی۔'' آپ کے گیت میرے مطالعے میں رہے ہیں اور آپ کی جادوئی آواز میں آپ کے گیت سننے کے بھی مواقع ملے ہیں۔(آنسو آنسو برکھا)

مجروح سلطان پوری فرماتے ہیں:

''ڈاکٹر فراز حامدی کے گیتوں میں فنی سلامت روی ہے۔البتہ اپنی شاعری کے لئے آپ جو زبان تخلیق کررہے ہیں۔وہ اُردو کے ساتھ ہندی کا ایک ایسا آمیزہ ہے جو شاید آپ اپنی شاعری کے ذریعے رائج کرنا چاہتے ہیں۔'' (آنسو آنسو برکھا) قمر جلال آبادی فرماتے ہیں :۔''ڈاکٹر فراز حامدی کے گیتوں نے مجھے متاثر کیا ہے۔اور آپ کی آواز اس صنف کی ادائیگی کے لئے نہایت مناسب ہے۔آپ سے جو گیت سُنے تھے آج بھی اُن کے اثرات دل ودماغ اپنا اثر جمائے ہوئے ہیں۔''مجلہ فکروفنِ کی اشاعت کے بعد تو آپ بمبئی میں تو نظر ہی نہیں آئے۔(ماخوذ ازآنسو آنسو برکھا) پنڈت دویندر جین:۔فرماتے ہیں۔ڈاکٹر فراز حامدی کے گیتوں میں پھولوں جیسی تازگی اور مہک ہے جب آپ گیت پڑھتے ہیں تو سننے والا یادوں کے سیلاب میں بہتا نظر آتا ہے۔(ماخوذ ازآنسو آنسو برکھا)

عشرت ظفرؔ (کانپور) رقم طراز ہیں:

ڈاکٹر فراز حامدی کا نام اس نقطہ نظر سے سرِ فہرست ہے کہ اُردو دوہے کی بنیاد انہوں نے ڈالی ہے انہوں نے اُردو دوہوں میں ہندی الفاظ کو کم کیا ہے بلکہ انہوں نے دوہے کے قدیم اوزان پر اُردو کے الفاظ اس انداز سے جڑ دیئے ہیں کہ ایک نئی جہت اس صنفِ سخن میں پیدا ہوگئی ہے اس لئے انہیں اُردو دوہے کا امام تسلیم کرلینے میں کوئی حرج نہیں۔

ڈاکٹر محمد بشیر الدین فرماتے ہیں:

ڈاکٹر فراز حامدی کا حسن کمال یہ ہے کہ جو اصناف ان کے اظہار میں شامل ہیں ان سبھی کے وہ اچھے نقاد بھی ہیں وہ خالق ہی نہیں ناقد بھی ہیں۔ڈاکٹر فراز حامدی نے اُردو ہائیکو کے فروغ لئے جو تخلیقی وتنقیدی سطح پر خدمات انجام دی ہیں ان سے چشم پوشی ادبی گناہ ہوگی۔شعروادب کے معاملے میں کئی فنی امور ایسے ہیں جن کی ابتدا کا سہرا ڈاکٹر فراز حامدی کے سر بندھتا ہے۔ جاپانی شعری اصناف، مثلاً تنکا، رینگا، تاواتا، چوکا، سیڈوکا سے اُردو دنیا نابلد تھی جس کا تعارف ڈاکٹر فراز حامدی نے کروایا۔اور کئی معاملات میں موصوف نے پہل کی۔ڈاکٹر لطیف سبحانی (اورنگ آباد) ڈاکٹر فراز حامدی نے اُردو گیت نگاری کے فن کو عروج بخشا ہے انہوں نے گیتوں کو مختلف اوزان وبحور سے آراستہ کرکے مختلف ہیئتوں کے سانچے میں ڈھال کر نغمگی اور موسیقیت پیدا کی ہے ان کے گیتوں کو سنجیدہ نقاد، باشعور تاریخ دان اور قارئین ادب کبھی فراموش نہیں کرسکیں گے۔ڈاکٹر ظفر عمر قدوائی (جلہ وتر اُناؤ)''ڈاکٹر فراز حامدی اُردو گیت اور اُردو گیت کو سنوارنے میں چار دہائیوں سے مصروف ہیں۔

ڈاکٹر فراز حامدی نے اپنے تخلیقی اجتہادات سے دوہا نگاری کو جو وُسعت، روشنی اور تابندگی عطا کی ہے وہ اُردو شاعری کا منفرد دیباچہ کہا جا سکتا ہے۔''

اثر فاروقی (مدیر، قومی محاذ اورنگ آباد) فرماتے ہیں:

ڈاکٹر فراز حامدی جو بے پناہ صلاحیتوں کے مالک اور شعر و ادب کا مکمل ادراک رکھنے والے، ایسے فنکار سے سب کو سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اصناف میں اضافے اور تجربے کئے۔ انہوں نے دوہے اور گیت کو اُردو تہذیب و تمدن سے ملبوس کیا ہے۔ انہوں نے دوہے کی لفظیات کو ہندی کی گرفت سے آزاد کر کے اسے اُردو کی سرحدوں میں داخل کیا ہے۔ (ماخوذ از اُردو دوہا)

بیکل اتساھی (بلرامپور یوپی)

ڈاکٹر فراز حامدی کا نام سرِ فہرست ہے انہوں نے دوہوں کو مختلف پیکروں میں ڈھالا ہے۔ حمدیہ، نعتیہ، منقبتیہ دوہے، دوہا غزل، دوہا گیت، دوہا ترائیلہ، دوہا سانیٹ، دوہا مثلث، دوہا نظم، دوہا معریٰ۔ ڈاکٹر فراز حامدی کی یہ تجرباتی کاوش لائق صد تحسین ہے۔ (ماخوذ از آنسو آنسو برکھا)

زبیر رضوی (دہلی)

ڈاکٹر فراز حامدی نے گیت اور دوہوں کو بڑے ذوق شوق سے اپنایا اور قاری کے دل میں اُتارنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ ان کے گیتوں میں عصری آگہی بھی ہے اور وہ تاب و توانائی بھی جو کسی تخلیق کی اثر آفرینی کے لئے بڑی ضروری ہے۔ (ماخوذ از آنسو آنسو برکھا)

پروفیسر علیم اللہ حالی

ڈاکٹر فراز حامدی کو اپنی جودتِ طبع پر یقین ہے۔ گیت اور دوہا ہی نہیں بلکہ بہت سے دوسری مستعار اصناف اور ہیتوں کو اُردو کی شعری جمالیات میں پروانہء شہریت کی جدوجہد ڈاکٹر فراز حامدی نے اپنے ذمہ لی ہے۔ حمدیہ، نعتیہ، منقبتیہ دوہے، دوہا غزل، دوہا گیت، دوہا ترائیلہ، دوہا سانیٹ، دوہا مثلث، دوہا نظم، دوہا معریٰ۔ مردف، دوہے، سرسی گیت، دوہا دوبیتی، دوہا ''کس چیز کی کمی ہے خواجہ تری گلی میں'' ان میں سے کچھ اصناف کا سہرا بھی ان کے سر ہی ہے۔ (ماخوذ از اُردو دوہا)

محسن بھوپالی

میں ڈاکٹر فراز حامدی کی تخلیقی مقدرت اور تنقیدی بصیرت کا قائل ہوں۔ واقعی اُردو ادب کے ہمہ جہت قلم کار ہیں۔ ڈاکٹر فراز حامدی نے مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی ہے بلکہ ان پر تنقیدی فریضہ کا حق بھی ادا کیا ہے۔

سید معراج جامی

ڈاکٹر فراز حامدی گیتوں کی دنیا میں ایک معتبر اور مستند نام ہے۔ جس کی کوششوں اور کاوشوں نے اُردو گیت کی مقبولیت میں خوشگوار اضافہ کیا۔ ڈاکٹر فراز حامدی یقیناً خوش نصیب گیت کار ہیں جن کے گیتوں نے عالمگیر شہرت حاصل کر لی ہے۔

ڈاکٹر انور سدید لاہور

''دوہا کے مزاج کو قطعہ اور ترائیلے میں بھی ڈاکٹر فراز حامدی نے ہی استعمال کیا ہے یہ تجربات بھی دلچسپ ہیں۔''

حیدر قریشی جرمنی

ڈاکٹر فراز حامدی کے اُردو گیتوں میں یہ سارے روّیے پہلی بار یکجا دکھائی دے رہے ہیں۔ یوں دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ ہندی گیت سے اُردو گیت تک کے سفر میں جتنے چشمے، ندیاں اور نالے آئے تھے وہ سب جیسے ایک دریا میں ڈھل گئے ہیں۔ اور اُردو گیت کے اس دریا کا نام ہے ڈاکٹر فراز حامدی۔

جاوید دانش کنیڈا

ڈاکٹر فراز حامدی نے برج بھاشا کی زبان چھوڑ کر فارسی اور عربی لفظیات سے اُردو دوہے کو ایک جہانِ تازہ عطا کیا ہے وہ اس سلسلے کے پیشرو کے طور پر تسلیم کئے جائیں گے۔

اوم کرشن راحت آسٹریلیا

''پچھلی صدی کے اواخر تک ذہن پر دوہوں کے رشتے سے تُلسی داس، میراں، رحیم اور کبیر دماغوں پر مسلط تھے۔ گزشتہ کچھ سالوں سے پاکستان اور ہندوستان میں دوہے کے چرچے عام ہیں اس صنف کو دوبارہ زندہ کرنے میں جمیل الدین عالی اور ڈاکٹر فراز حامدی قابل ذکر ہیں۔ ڈاکٹر فراز حامدی کے ای دوہے نے بہت متاثر کیا ہے۔

ایک تو عصمت لُٹ گئی، اُس پر کئی سوال
منصف کو درکار ہے، آنکھوں دیکھا حال

احسان سہگل ہالینڈ

ڈاکٹر فراز حامدی ایک مشہور و معروف شاعر و ادیب و ناقد ہیں۔ آپ نے اُردو گیت نگاری میں نمایاں کانامے انجام دیئے ہیں۔ انہیں گیتوں کی تاریخ میں اضافے کی حیثیت حاصل ہے۔

○○

علاماتِ قیامت

(بلال افتخار)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

فتنے بہت ہونگے۔نمازوں کو ضائع کرنا۔کثرت سے قتل ہونگے۔زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جائے گا۔فاسق لوگ امام بن جائیں گے۔امانت میں خیانت کی جائے گی۔قیامت کے قریب علم اُٹھ جائے گا۔قرآن مجید ہوگا لیکن پڑھا نہیں جائے گا۔لوگ حج پر سیر وتفریح کے لئے جائیں گے۔دوست کو قریب اور باپ کو دور سمجھا جائے گا۔مسجدوں میں دنیاوی آوازیں بلند کی جائیں گی۔مرد بیوی کا مطیع اور ماں باپ کا نافرمان ہوگا۔قیامت کے قریب زلزلے کثرت سے آئیں گے۔عورتیں مردوں کے ساتھ تجارت میں شریک ہونگی۔۷۳ فرقے مسلمانوں میں ہونگے مگر ایک کے سوا سب جہنمی ہونگے۔عوام اپنی ڈور بے دین لوگوں کے ہاتھوں میں دیں گے۔میری اُمت برے اعمال میں بنی اسرائیل کے قدم بہ قدم چلے گی۔

(یہ احادیث صحاح ستہ سے نقل کی گئی ہیں)

معلوماتِ سرزمین

پاکستان کو نہروں کی،تھائی لینڈ کو آزاد لوگوں کی،استنبول کو مساجد کی،مالدیپ کو موتیوں کی،بنگلہ دیش کو دریاؤں کی،بغداد کو خوابوں کی افغانستان کو پھلوں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔پاکستان کو اسلام کا قلعہ کہا جاتا ہے۔کوہ قاف روس میں واقع ہے۔ترکی کے ایک شہر کا نام اُردو ہے۔کویت میں کوئی دریا نہیں افغانستان میں کوئی سمندر نہیں ،چین میں کوئی چڑیا نہیں۔سعودی عرب میں کوئی سینما نہیں۔

جو نہیں جانتا

جو نہیں جانتا اور وہ نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا،وہ بے وقوف ہے اس سے بچو! جو جانتا ہے اور وہ نہیں جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے،وہ سویا ہوا ہے،اس کو جگاؤ جو جانتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے وہ عقلمند ہے اس کے پیچھے چلو!

○○

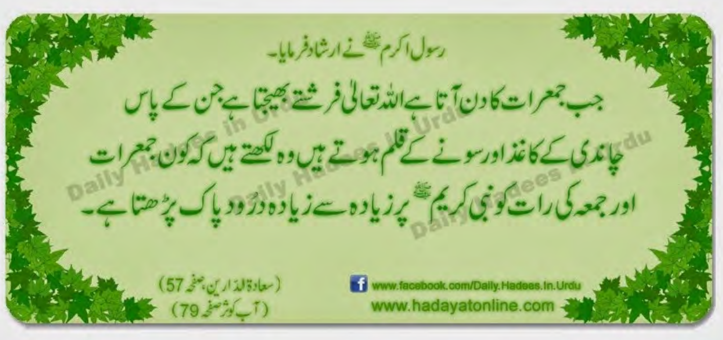

عاصی صحرائی....غزل

تقدیر میں دیدار ترا شام و سحر ہے
معراجِ محبت ہے مجھے اُس کی خبر ہے
کہتے رہے ،اے کاش ہو جائے نظارہ
سوچا نہ کبھی اپنی دعاؤں میں اثر ہے؟
پھوٹی ہے کرنِ نور اُس ماہِ مبیں سے
پھر کیسے کہوں وہ بھی کوئی ہم سا بشر ہے
ظاہر میں وہ انساں مگر نور کا پرتو
باطن میں خدا جانے کہ خورشید و قمر ہے
آنکھیں تیرے قدموں میں بچھاتا رہا عاصیؔ
ہوجائے اگر دید یہی میرا ثمر ہے

رُخسانہ رُخشی....غزل

بچا کے رکھ لو میرا غم شگفتگی کی طرح
گزر نہ جائے یہ موسم بھی زندگی کی طرح
جو لوگ شہر کے ماتھے پہ جگمگاتے تھے
بھٹک رہے ہیں سرِ دشت چاندنی کی طرح
اگر تو اپنے دکھوں سے نواز دے مجھ کو
قبول ہے یہ عنایت بھی زندگی کی طرح
کسی سے ٹوٹ کر ملنا تو خیر کیا ہوگا
ہم اپنے آپ سے ملتے ہیں اجنبی کی طرح
ہزار مشعل رُخسار کو اُٹھائے ہوئے
گزر گیا وہ اندھیروں سے روشنی کی طرح
زمانہ ساز نظر کی سلیقگی رُخشیؔ
کبھی کسی کی طرح ہے کبھی کسی کی طرح

سید ریاست عباس رضوی دہلوی....غزل

زندگی سب کی یادوں میں بسر ہوتی ہے
شام سے رات خیالوں میں سحر ہوتی ہے
ملک تقسیم ہوا لوگ بھی تقسیم ہوئے
اپنے بچھڑے تو گزر جانے کدھر ہوتی ہے

چھوٹے بہن بھائی ماں باپ اقارب سارے
اب تو غیروں میں صبح شام ادھر ہوتی ہے
خوش نصیبی کہ مرے ساتھ مرے اپنے ہیں
ورنہ پردیس میں غیروں سی بسر ہوتی ہے!!
بے لباسی پہ ریاست نہیں کوئی قدغن
شیروانی پہ مری سب کی نظر ہوتی ہے

زاہد عظمت....غزل

چاہا جسے وہ تھا کہیں انجم کے درمیاں
حائل خلا رہے مرے محرم کے درمیاں
دل کے اُٹھیں شعلے گریں اشک بن کے شبنم
میں جل گیا ہوں شعلہ و شبنم کے درمیاں
ملتا ہے تبسم سے مگر رکھتا ہے کدورت
اُلجھا پڑا ہوں دشمن و ہمدم کے درمیاں
حیراں ہوں تذبذب میں ہوں روؤں کہ یا ہنسوں
پائی حیات فرحت و ماتم کے درمیاں
ایسی لگن درکار ہے صحرائے امکان میں
جیسی لگن تھی تشنہء و زمزم کے درمیاں
عظمتؔ ہوا ہے اچھا یہی کہ دنیا تو گول ہے
بچھڑا ملے وہ شاید کسی سنگم کے درمیاں

ڈاکٹر ساحر شیوی....غزل

مہکا مہکا گلاب ہے پیارے
سرخ چہرہ کتاب ہے پیارے
وہ ہے ربط و خلوص کا محتاج
آدمی لاجواب ہے پیارے
غور سے پڑھ جمال زیست میرا
یہ مکمل کتاب ہے پیارے
نیک اعمال میں جو کٹ جائے
زندگانی ثواب ہے پیارے
زر سے زندگی بھی خرید سکتے ہیں
شہر میں دستیاب ہے پیارے
گاؤں کو شہر کر دکھاؤں
یہ بھی اک میرا خواب ہے پیارے
سینے پہ بے کسوں کے بندوقیں
یہ کوئی انقلاب ہے پیارے
خوش سمجھتے ہو تم مجھے ساحرؔ
میرا جیون عذاب ہے پیارے

سائرہ بتول....غزل

نفرتوں کی دھوپ ہے اور سائباں کوئی نہیں
کارواں گمراہ، میر کارواں کوئی نہیں
کیا کہوں، کس سے کہوں میں عجب مشکل میں ہوں
چاہنے والے ہیں بہت پر رازداں کوئی نہیں
پھول سب کملا گئے، کلیاں بھی سب مرجھا گئیں
ہے خزاں چھائی ہوئی اور باغباں کوئی نہیں
ہے بہت سی روشنی چاروں طرف میرے مگر
تیری آنکھوں کی طرح سے ضوفشاں کوئی نہیں
وقت کی گردش مجھے کس موڑ پہ لائی بتولؔ
لوٹنے والوں نے گھیرا پاسباں کوئی نہیں

سبینہ سحر....غزل

عاشقی جب سنوارتی ہے مجھے
زندگی تب نکھارتی ہے مجھے
موت دُلہن بنی ہے میرے لئے
دل کی دھڑکن پکارتی ہے مجھے
غمِ دوراں میں دن تو کٹ جائے
ہجر کی رات مارتی ہے مجھے
حسن کا ہے مجھے غرور بہت
تیری چاہت سہارتی ہے مجھے
موت کے پہلو میں جو زندہ رہوں
زندگی ہی گزارتی ہے مجھے

صرف دیکھوں ہی تجھے چھو نہ سکوں
تیری سنگت یوں مارتی ہے مجھے
روشنی کا غرور ہوں میں سحر
شب کی تنہائی ہارتی ہے مجھے

آغا محمد سعید....غزل

پھر رنگِ بہاراں میں تقدیر نظر آئی
زنداں جو نظر آیا زنجیر نظر آئی
بکھرے ہیں نشیمن کے تنکے جو گلستاں میں
تخریب کے پردے میں تعمیر نظر آئی
یوں محوِ تماشا ہوں اس حسن پری وَش کا
جس سمت نظر اُٹھی تصویر نظر آئی
جب غور کیا میں نے تخلیق خدائی پر
ہر ذرّہ فطرت میں تفسیر نظر آئی
دن رات حوادث کے رازوں میں سعید ہم کو
خود اپنے خیالوں کی تعبیر نظر آئی

مظفر عارفی....غزل

اکھّاں دی رکھوالی رکھ
بھانویں عینک کالی رکھ
جیویں رات ہنیری اے
دل دا دیوا بالی رکھ
اُتوں راوں نچن دے
وچوں رام دوالی رکھ
غصہ، گلہ، غم کرودھ
اپنے سَپ نہ پالی رکھ
اِکّو یار نال لا یاری
دُشمن پینگ چالی رکھ
چناں دل دیاں گلاں نوں
گلیں باتیں ٹالی رکھ
مضطر منزل آ پہنچی
جوڑی کھول پنجالی رکھ

جب وقت دیکھنے والی گھڑیاں نہیں تھیں

(فراز حمید خاں)

پرانے زمانے میں دھوپ گھڑی ہوا کرتی تھی۔دھوپ کے آنے جانے سے سایہ لمبا یا کم ہوتا تھا۔لوگ اسی سے اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔لیکن گھڑی کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود تھی۔رات کو ستاروں کے نکلنے اور ڈوب جانے سے وقت کا اندازہ انسان لگایا کرتا تھا۔اور قطبی ستارے سے سمت کا اندازہ لگا کر انسان سفر کرتا تھا۔اور رات کے وقت چاند سے بھی وقت کا اندازہ لگایا کرتا تھا۔

کام کی باتیں

(اعزاز لطیف خاں)

☆ ایک لمحہ کی قدر اس شخص سے پوچھیں جو اولمپکس کے مقابلوں میں سونے کا تمغہ نہ حاصل کر سکا۔

☆ ایک سیکنڈ کی قدر اس شخص سے پوچھیں جو ابھی ابھی کسی حادثے سے بال بال بچا ہے۔

☆ ایک منٹ کی قدر اس شخص سے پوچھیں جس نے اپنی بس کو چھوٹتے ہوئے دیکھا مگر اس میں سوار نہ ہو سکا۔

☆ وقت کی قدر اس شخص سے پوچھیں جس کے والدین بوڑھے ہو گئے لیکن وہ ان کی خدمت نہ کر سکا۔

☆ عزیزو! وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا گزرا ہوا کل ماضی بن جاتا ہے مستقبل کیا ہے اس کا علم کسی کو نہیں، وقت کی قدر کریں۔

سہیل احمد لون

ہم نے جتنے بھی خواب دیکھے ہیں
تیرے بارے جناب دیکھے ہیں
کھلی آنکھوں میں ہم نے صورتِ اشک
آسماں پر سحاب دیکھے ہیں
پتھروں کی طرح سرِ گلشن
ٹہنی ٹہنی گلاب دیکھے ہیں
ہم نے دیکھے ہیں کرب رستوں کے
ہجرتوں کے عذاب دیکھے ہیں
دریا دریا سہیل دشت ملے
صحرا صحرا چناب دیکھے ہیں

عطاء الحق

دُکھ کے نشتر سہتا ہوں
پھر بھی ہنستا رہتا ہوں
میں جھوٹوں کی دنیا میں
سچی باتیں کہتا ہوں
جب بھی بارش ہوتی ہے
میں پیاسا ہی رہتا ہوں
اندھیاروں کی بستی میں
جگنو بن کر رہتا ہوں
کوئی کہہ دے پیاسوں سے
میں بھی پیاسا رہتا ہوں
حقؔ میں اپنے شعروں میں
دل کی باتیں کہتا ہوں

سلیم شاہ جہان پوری

جوشِ جنوں میں بِک جاتے ہیں کیا کچھ دیوانے لوگ
آپ ہماری بات نہ مانیں آپ تو ہیں فرزانے لوگ
حق حق کر تے آجاتے ہیں شہر میں جب مستانے لوگ
چارطرف سے آجاتے ہیں نیزے بھالے تانے لوگ
بستی بستی پھیل گئے ہیں ہر جانب فرزانے لوگ
صحرا میں بھی کوئی نہیں ہے کدھر گئے فرزانے لوگ
کتنی کڑوی لگتی ہے اس دور میں حق کی بات
اپنے بھی تو آجاتے ہیں سینہ و دل برمانے لوگ
حق کی بات نکالو منہ سے پھر دیکھو تیور اُن کے
کتنے انجانے لگتے ہیں یہ جانے پہچانے لوگ

OO

عاصی صحرائی لندن

میں نے سوچا تھا کہ سب چاند ستارے ہونگے
سبز پرچم کے تلے سارے کے سارے ہونگے
جتنے مارے ہیں مسلماں مسلمانوں نے
ساری دنیا نے تو مل کر بھی نہ مارے ہونگے
یہ نہ معلوم تھا کہ مسلم کو کہے گا مسلم کافر
اتنا ظلم ،اسلحہ بھی ہمارا اور لاشے بھی ہمارے ہونگے
اس قدر اسلام آباد کا بول و بالا ہوگا
مظلوم بھی میری قوم اور ظالم بھی ہمارے ہونگے
اس قدر بگڑ جائے کی اُمتِ مسلمہ نعوذباللہ
دہشت گرد،زانی،چور، سبھی بے ایمان ہمارے ہونگے
کہا ہے مرے آقاؐ نے سُور اور بندر اُن کو
جو بے عمل، فتویٰ باز،دینی سکالرز ہمارے ہونگے
لسان ونسل کی اس قدر لگادی ہے آگ اس مُلا نے
مسجد ومنبر،اور علماء سوء کے ارادوں سے بٹوارے ہونگے
مولوی اس قدر ہو جائے گا شاطرو چالاک
سب کرپٹ، ڈاکو،جعلی،خودکُش بمباراسی کے سارے ہونگے
بے ریش بھی رکھیں گے باطنی داڑھی
مسجد و منبر سے غلط سب اشارے ہونگے
متعہ کے بہانے ہوگا عام زنا و شربِ عناب
لگے گا بظاہر ٹھیک مگر حمام میں ننگے سارے ہونگے
نہ ملے گا ذرّہ بھی میرے آقاؐ کے اُسوہ حسنہ کا اِن کے کردار میں مطلق
جوعیب ہیں کافروزندیق میں وہ اس قوم میں سارے ہونگے
کرپشن کے ہونگے شہکار،جعلی ڈگری کے سارق
بدعملی کے فنکار،لوٹ مار کے اُستاد یہ سارے ہونگے

کتب ورسائل کی جدیدومعیاری پرنٹنگ وترسیل کا مرکز
یونیٹیک پبلیکیشنز Unitech Publications
کتب تیارکرنے،چھپوانے ومنگوانے کیلئے رابطہ کریں:
Muslim Street - 143516, Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA.
khursheedkhadim@yahoo.co.in - Ph. 00 91 9815617814

انمول موتی

(شیراز وحید خاں)

☆ کائنات کی انمول چیزوں میں سے ایک چیز ''احساس'' ہے جو دنیا کے ہر انسان کے پاس نہیں۔ ☆ کسی کی مدد کرتے وقت اس کے چہرے کی طرف مت دیکھو، ہوسکتا ہے اُسکی شرمندہ آنکھیں تمہارے دل میں غرور کا بیج بو دیں۔

ذرا سوچیں!

راجہ منیر احمد

رشتوں میں مادیت، دودھ میں پانی، ایمان میں منافقت، مرچ میں سرخ اینٹیں، ہلدی میں رنگ، دیسی گھی میں کیمیکل، اَدرک میں کیمیکل والا پانی، گوشت میں پانی فلنگ، ہوٹلوں میں مردار گوشت، دوستی میں خودغرضی، نوکری میں رشوت، نماز میں دکھاوا، اور کہتے ہیں حکمران ٹھیک نہیں۔

ذرا اور سوچیں!

(سعادت جان)

مایوسی، سیاسی ممیاں اور چور دروازوں کی تلاش طالبان خان، الطاف بھائی، طاہرالپادری، شیدا ٹلی، اور چوہدری برا جمان، ان سب نے مشرف کے ریفرنڈم کو سپورٹ کیا۔ اب سب نے مشرف اور ایجنسیز سے فائدے اُٹھائے۔ یہ سب قوم کے مجرم ہیں۔ آئین کے مجرم ہیں۔ آج یہ لوگ پھر نوخیز جمہوریت کے خلاف اکٹھے ہو رہے ہیں۔ تاکہ ملک میں سیاسی انتشار پھیلے اور پھر فوج آئے ان کی موجیں لگیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

عجیب بات ہے!

جن کھوپڑیوں میں بھوسہ یا بارود بھرا ہے اُن سروں کی قیمت کروڑوں میں ہے۔ لیکن جن کی کھوپڑیاں تخلیق کے سرچشمہ ہیں اُن کی جیبیں ہی نہیں معدے بھی خالی ہیں۔

ایک شخص اپنے دفتر میں بیٹھا مسلسل کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کا دوست اسے ملنے آیا، تب بھی وہ اپنے حساب میں غرق رہا، دوست نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ کیا لکھ رہے ہو بھئی؟''

''کچھ نہیں یار! دراصل میری بیوی آج کل ڈائٹنگ کر رہی ہے۔ اس کا وزن ہفتے میں چار پونڈ کے حساب سے گھٹ رہا ہے۔ اس کا پورا وزن ایک سو اڑسٹھ پونڈ ہے۔ میں حساب لگا رہا ہوں کہ اگر چودہ ماہ تک اسی طرح گھٹتا رہا تو بیوی سے نجات مل جائے گی''۔

فوج کے بغل بچوں سے سوال؟

(عاصی صحرائی)

جماعت اسلامی کے منورحسن نے جب فوجی جوانوں کو جب شہید کہنے سے انکار کیا تھا تو کسی ''دانشور''،''جرنیل'' اور نہ ہی کسی ''وزارت دفاع'' نے جماعت اسلامی پر پابندی کی درخواست دائر کرائی تھی۔ اور نہ فوج اُس کے بغل بچوں کو ادارے کے وقار کا کچھ خیال آیا تھا۔ لیکن آج جیو نیوز کو جبراً بند کیا جا رہا ہے یہ کہہ کر کہ اس نے فوجی ادارے کو بدنام کیا ہے۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں۔؟ اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اسلامسٹ (جہادیوں) کے بارے میں فوج کا روّیہ دوستانہ اور بھائی جیسا ہے؟

انسانیت

ہمارے ہاں ایک طرف غداری اور حُب الوطنی کے سرٹیفیکیٹس بانٹنے والے ادارے ہیں جن کی دُم پر پاؤں رکھنا گویا موت کو دعوت دینا ہے۔ تو دوسری طرف آپ کو کافر، مسلمان، یا شہید قرار دینے والے خودساختہ ٹھیکیدار ہیں۔ اور ان جذباتی دوکانداروں کے خلاف بات کرنا آپ کے غیرمسلم ہونے کی قطعی دلیل ہے۔ لیکن اس معاشرے میں کسی قسم کی بھی سرٹیفیکیشن کے لئے انسان ہونا قطعاً کوئی شرط نہیں ہے۔ کیونکہ انسانی معاشروں کی یہ علامت (انسانیت) ہمارے ہاں بالکل ناپید ہے۔

میری پیاری بیوی

(مرسلہ: بی اے رفیق)

سوال کچھ بھی ہو — جواب تم ہی ہو
راستہ کوئی بھی ہو — منزل تم ہی ہو
دُکھ کتنا ہی ہو — خوشی تم ہی ہو
ارمان کتنا ہی ہو — آرزو تم ہی ہو
غصہ جتنا بھی ہو — پیار تم ہی ہو
خواب کوئی بھی ہو — تعبیر تم ہی ہو

یعنی ایسا سمجھو کہ

فساد کچھ بھی ہو — سارے فساد کی جڑ صرف تم ہی ہو

○○

جو کچھ بھی ہوں میں اپنی ہی صورت میں ہوں علیم
غالب نہیں ہوں، میر و یگانہ نہیں ہوں میں

گلدستہ

(سید حسن خان)

نقرس Gout

یعنی جوڑوں کے درد اور ورم کی شکایت غذائی بے اعتدالیوں کے علاوہ گرمی اور نمی کی وجہ سے اور جسم میں پانی کی کمی کی وجہ سے بھی لاحق ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ہونے والی تحقیق کے مطابق ۳۵ سینٹی گریڈ سے زیادہ گرم اور ہوا میں ۱۷ ڈگری نمی کی وجہ سے نقرس کی تکلیف میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ بوسٹن یونیورسٹی اسکول آف میڈیسن نے اس تحقیق کے بعد مشورہ دیا ہے کہ نقرس کے مریضوں کو زیادہ پانی اور دیگر مشروب پینے سے فائدہ ہوتا ہے اور درد کی تکلیف اور شدت میں کمی ہوجاتی ہے۔

مسکراؤ اور مسکراتے ہی چلے جاؤ!

ایک دوست دوسرے دوست سے: میں نے آج ایک فقیر کی جان بچائی۔

دوسرا دوست: وہ کیسے؟

پہلا دوست: میں نے ایک فقیر سے کہا کہ میں اگر تمہیں ایک ہزار روپیہ دوں تو تم کیا کرو گے؟ فقیر بولا میں خوشی سے مر ہی جاؤں گا۔ تو میں نے اسے ہزار کا نوٹ دکھا کر اپنی جیب میں واپس ڈال لیا۔

میاں بیوی کہیں جا رہے تھے ان کو راستہ میں سائیکل کا ایک پیڈل نظر آیا خاوند نے خوشی سے اٹھا کر اپنی بیگم کو کہا:

بیگم پیڈل تو مل گیا ہے باقی سائیکل خرید کر اس میں ڈال لیں گے۔

جج مجرم سے: تم آج تیسری بار عدالت میں آئے ہو، تمہیں شرم آنی چاہیے۔

مجرم: (معصومیت سے) جناب آپ تو روزانہ ہی آتے ہیں۔ کیا آپ کو آتی ہے؟

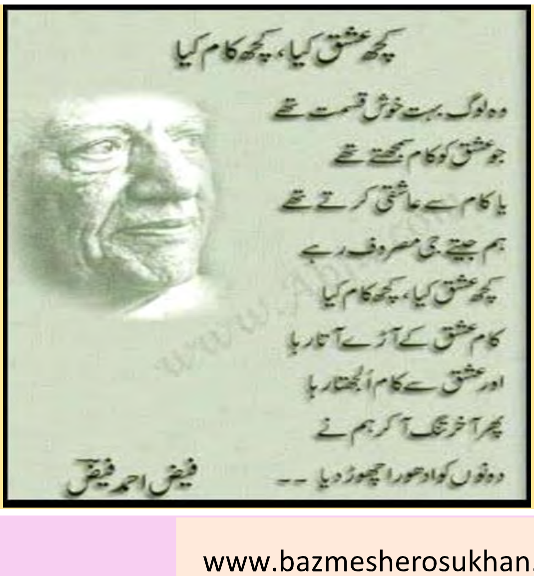

جامن!

جامن موسم گرما کا ایک مشہور و معروف سستا اور ہر جگہ آسانی سے دستیاب ہونے والا پھل ہے۔ اس کا درخت قد آور ہوتا ہے اور بعض درخت 50 گز تک اونچے ہوجاتے ہیں۔ شاخیں چاروں طرف پھیل جاتی ہیں۔ پتے لمبے تقریباً ایک بالشت، رنگت سبز سیاہی مائل، مزاج خشک سرد ہوتا ہے۔ وٹامن "سی" سے بھرپور، سائٹرک ایسڈ کا خزانہ، معدہ اور آنتوں کی جلن، کمزوری اور خراش دور کر کے بھوک کو بڑھاتا ہے۔ جامن میں پیاس کی شدت اور خون کی تپش کو کم کرنے کی قدرتی صلاحیت موجود ہے۔ وہ احباب جو ذیابیطس کے مریض ہیں انہیں جامن ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ کیونکہ جامن خون میں شکر کی مقدار کو بڑھنے سے روکتا ہے۔ صفراء کو کم کرتا ہے، معدہ کو طاقت دیتا ہے اور جگر کے لیے بے حد مفید ہے۔ جامن نمک لگا کر کھانا چاہیے اور جامن کھانے کے معاً بعد پانی پینے سے گریز کرنا چاہیے۔

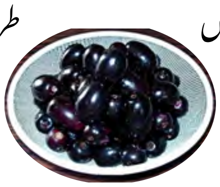

قلعہ آگرہ

یہ قلعہ سب سے پہلے لودھی خاندان کا تھا۔ جس کی تعمیر اینٹ اور پتھر سے ہوئی تھی۔ اکبر بادشاہ نے آگرہ کو مستقل پائے تخت بنایا تو 1563ء میں پرانا قلعہ مسمار کر کے سنگِ سرخ سے نیا قلعہ بنانے کا حکم دیا جو شہر کی مشرقی جانب دریائے جمنا کے کنارے نصف دائرے کی شکل میں ایک نہایت مضبوط، خوبصورت اور عظیم الشان عمارت ہے۔ اس کی فصیل بہت چوڑی اور بلند رکھی گئی۔ کیونکہ شاہی خاندان کی سکونت کے علاوہ دفاعی مقاصد بھی پیش نظر تھے۔ فصیل میں 20 برج، چار دروازے اور دو کھڑکیاں تھیں۔

شاہ جہاں کے عہد حکومت میں قلعے کی اندرونی عمارتوں میں بہت ردّ و بدل ہوا۔ اور پرانی عمارتوں کی جگہ نئی عمارتیں نہایت خوش وضع، خوبصورت اور زیادہ تر سنگ مرمر سے بنوائی گئیں۔ اب صرف دو دروازے کھلے ہیں، باقی کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے گئے۔ دیوان عام اور دیوان خاص بھی شاہ جہاں ہی کے عہد میں بنے۔ عالمگیر سے پہلے فصیل کے باہر دس گز کا فاصلہ چھوڑ کر ایک فصیل بنوا دی جو اندرونی فصیل سے بلندی میں کم ہے۔ چونکہ مغلوں کے زیادہ تر محفوظ خزانے اسی قلعے میں تھے۔ بند ہونے والے دروازوں میں سے ایک ہیتا بول نام دروازہ بھی تھا اس کی

جگہ پتھر کے دو ہاتھی آمنے سامنے کھڑے کر کے ان کی سونڈوں سے محراب کی شکل بنائی گئی تھی۔ کھلے دروازوں میں ایک کا نام دہلی دروازہ ہے جس کا رخ دہلی کی جانب ہے ۔دوسرے کا نام امرسنگھ دروازہ ہے۔ یہ غالباً اس لیے مشہور ہو گیا کہ اس کے اندر امر سنگھ راٹھور کا محلہ تھا۔ان کے اندر کی خاص خاص عمارتیں یہ ہیں۔ دیوان عام، دیوان خاص، شیش محل ، خاص محل ، حمام، موتی مسجد، نگینہ مسجد، جہانگیر محل، کتب خانہ، جودھا بائی، مثمن برج، جس میں شاہ جہاں کا دور نظر بندی میں گزرا۔ پھر اس میں مچھلی بھون اور تہہ خانے، پتھر کے دو نہایت خوبصورت تخت بھی ہیں۔

ولیم ہاروے ۔(1578-1656)

عظیم انگریز طبیعات دان ولیم ہاروے جس نے ''خون کی گردش'' اور'' دل کا فعل'' بیان کیا۔ انگلستان کے ایک قصبہ'' فوکسٹون'' میں پیدا ہوا۔ ہاروے کی عظیم کتاب'' حیوانوں میں دل اور خون کی حرکت پر ایک تشریحی مقالہ'' 1628ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب بجا طور پر علم عضویات کی تاریخ میں سب سے اہم کتاب مانی جاتی ہے۔ ہی جدید علم عضویات میں ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ آج ہمارے لیے یہ حقیقت کہ خون جسم میں گردش کرتا ہے ایک عام سی بات ہے۔ ہاروے کا نظریہ ہمیں بالکل واضح اور سچا معلوم ہوگا۔ لیکن جو بات آج ہمیں سادہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ گزشتہ حیاتیات کے ممتاز مصنفین اس طرح کے افکار بیان کرتے تھے:۔

۱۔خوراک دل میں جا کر خون میں مبدل ہو جاتی ہے۔

۲۔دل خون میں حرارت پیدا کرتا ہے۔

۳۔شریانیں ہوا سے بھری ہوتی ہیں۔

۴۔دل بنیادی ارواح کو پیدا کرتا ہے۔

۵۔خون شریانوں اور رگوں دونوں میں اترتا چڑھتا ہے کبھی یہ دل کی طرف بہتا ہے اور کبھی اس کی مخالف سمت میں۔

دنیائے قدیم کا عظیم ماہر طبیعات گیلن ایسا آدمی تھا جس نے ذاتی طور پر مُردوں کی چیر پھاڑ کی اور دل اور خون کی نالیوں کا بغور مشاہدہ کیا تھا۔ اسے کبھی گمان نہ گزرا کہ خون گردش کرتا ہے۔ نہ ہی یہ خیال ارسطو کو آیا حالانکہ یہ اس کی دلچسپی کا اہم مضمون تھا۔ حتیٰ کہ اس کتاب کے شائع ہونے کے باوجود متعدد ماہر طبیعات نے یہ نظریہ قبول نہ کیا کہ انسانی جسم میں خون شریانوں کے ایک محدود نظام میں مسلسل گردش کرتا رہتا ہے۔ ہاروے نے پہلے یہ نظریہ وضع کیا کہ خون کی گردش علم اعداد کے ایک سادہ حساب کے تحت ہوتی ہے۔ اس نے اندازہ لگایا کہ خون کی مقدار جو ہر بار دل کی دھڑکن کے ساتھ خارج ہوتی ہے وہ دو اونس کے قریب ہے۔ جبکہ دل ایک منٹ میں 72 مرتبہ دھڑکتا ہے۔ سادہ سے حساب کتاب سے ہم اس نتیجہ پہ پہنچتے ہیں کہ قریب 540 پاؤنڈ خون ہر ایک گھنٹے میں دل سے خارج ہوتا ہے۔ لیکن یہ مقدار سے تو بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا ہاروے کو احساس ہوا کہ وہی خون بار بار دل سے خارج ہوتا رہتا ہے۔ اور یہ گردش دائروی ہے۔ یہ مفروضہ وضع کرنے کے بعد اس نے نو سال تجربات میں گزارے اور گردش خون سے متعلق تفصیلات اکٹھی کیں۔

یورپ کے احیائے علوم پر اِسلامی اثرات

(زکریا ورک ٹورنٹو کینیڈا)

درج ذیل مقالہ ابن سینا اکیڈیمی علیگڑھ یونیورسٹی میں سالانہ خطبہ کے طور پر نومبر ۲۰۱۳ کو پڑھا گیا تھا۔ میں علی گڑھ میں پہلی بار آیا ہوں جو پیار اور محبت مجھے یہاں ملی ہے اس کے پیش نظر میں جب تک ہے جاں یہاں آپ احباب سے ملاقات کیلئے آتا رہوں گا۔ میں پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن صاحب ڈائریکٹر ابن سینا اکیڈیمی کا ممنون احسان ہوں کہ انہوں نے مجھے یہ اعزاز بخشا ہے کہ آپ سے یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات کے ضمن میں اپنی معروضات پیش کروں۔ قبل اس کے کہ میں اپنے اصل موضوع پر اظہار خیال کروں، میں کچھ باتیں ابن سینا اکیڈیمی کے بارہ میں کہنا چاہوں گا۔ کچھ روز پہلے محترم حکیم صاحب نے بہ نفس نفیس مجھے اور میری اہلیہ کو اکیڈیمی کے اہم اور دلچسپ حصوں سے متعارف کرایا۔ عمارت کی دوسری منزل پر اکیڈیمی کے ہال میں داخل ہوتے ہی انسان دیکھتا ہے کہ قرینے سے کتابیں شیلفوں میں سجائی ہوئی ہیں۔ کمرے میں لمبے میز اور دونوں طرف کرسیاں ہیں۔ لمبے میز کے کونے پر حکیم صاحب کی کرسی ہے جہاں پر وہ بیٹھ کر تمام دفتری کام اور تخلیقی کام کرتے ہیں۔ اسی بڑے کمرے میں وزیٹرز کیلئے رجسٹر رکھا ہوُا ہے جس میں دنیا بھر سے آنیوالے تمام زائرین اپنا نام اور پیغام لکھتے ہیں۔ کمرے میں کافی روشنی ہے اور تازہ ہوا بھی آتی ہے۔ کمرے ایک طرف اونچائی پر کھلی جگہ پر جہاں حکیم صاحب نے اب تک اپنی شائع ہونیوالی کتابوں کا ذخیرہ رکھاہوُا ہے۔ حکیم صاحب نے جن موضوعات کو ضروری سمجھا ان پر یہاں کتابوں کا نایاب ذخیرہ ہے۔ جیسے طب یونانی، تاریخ طب و سائنس، علم الادویہ، اقبالیات، بھوپالیات، غالبیات، اردو اور فارسی کلاسیکی ادب، سفرنامے، سیرت، تاریخ ہند، تاریخ تمدن۔ یہاں دوب بڑے میوزیم بھی موجود ہیں یعنی کرم حسین میوزیم آف آرٹ اینڈ کلچر، اور فضل الرحمن میوزیم آف ہسٹری آف میڈیسن اینڈ سائنس۔ یہاں ادبی اور طبی رسائل اور جرنلز کا قیمتی ذخیرہ بھی بڑی محنت سے جمع کیا گیا ہے۔ جالینوس کی طبی تصانیف کو تدوین و ترجمہ

کر کے اکیڈیمی نے گراں بہا خدمت انجام دی ہے۔ یوں طب کی قدیم کتابوں کے اولین مصنفین کی کتابیں اردو قارئین کو پڑھنے کو ملی ہیں۔ جیسے جالینوس کی کتاب الفرق، قسطا ابن لوقا کا رسالہ نقرس، روفس کا رسالہ نبیذ۔ راقم السطور کے علی گڑھ آنے سے قبل اس کو اکیڈیمی کا رسالہ نیوز لیٹر آف ابن سینا اکیڈیمی ملنا شروع ہو گیا تھا۔ انگلش کے اس رسالہ کا مقصد طب کی دنیا میں برپا ہونیوالے کاموں سے احباب کو گاہ کرنا ہے نیز جن معتبر مصنفین، دانشوروں نے حال ہی میں اس دنیا سے کوچ کیا ہے ان کی زندگی اور کاموں سے آگاہ کرنا ہے۔ عالمی سطح پر مختلف فیلڈز میں ہونیوالے تحقیقی کاموں، کتابوں اور کارناموں سے طلباء کو رہنمائی ملتی ہے۔ غالبیات کی رنگا رنگ تصاویر ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنتی ہیں۔ غالب کی زندگی پر شائع ہونیوالے رسالوں کے خاص نمبر یہاں موجود ہیں۔ صادقین کی بنائی ہوئی غالب کی تصاویر ہیں بلکہ غالب کے اشعار پر بنی تصاویر بھی ہیں۔ غالب کی صد سالہ تقریبات پر یادگاری اشیاء جیسے چابی کا چھلا، پینسلیں، ڈاک ٹکٹ، فلاسک البم بھی یہاں ہیں۔ مختلف ممالک میں غالب کے متعلق ایک ہزار سے زیادہ کتب و رسائل کا نادر الوجود ذخیرہ یہاں موجود ہے۔ جناب حکیم صاحب نے غالب پر ۲۲۵ کتب اور رسالے پچاس ہزار روپے میں چند سال قبل خریدے تھے ان میں کچھ غالب کی زندگی میں شائع ہوئی تھیں۔ طبی مخطوطات کا بیش قیمت ذخیرہ افسوس قلت وقت کے باعث میں دیکھ نہ پایا۔ دیواروں پر عہد وسطیٰ کے مسلمان اطباء، مصنفین، سائنسدانوں، ترجمہ نگاروں کی پورٹریٹ سجائی گئی ہیں۔ ایک دیوار پر طب کے آلات کا ذخیرہ قرینے سے سجایا گیا ہے۔ ایک دیوار پر دنیا کے یادگاری ٹکٹ لگائے گئے ہیں۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ سب کام ایک شخص نے انجام دیا ہے۔ حکیم صاحب موصوف یونان گئے اور وہاں سے لمبے لمبے سفر کر کے اپنے ساتھ نوادرات یونان اپنے ساتھ لے کر آئے۔ اس عظیم الشان اکیڈیمی کیلئے تمام کا تمام سرمایہ حکیم ظل الرحمن نے خود لگایا ہے۔ آج اکیڈیمی کو چودہ سال کا عرصہ ہو رہا ہے، ہم امید کرتے ہیں کہ یہ اکیڈیمی زندہ و تابندہ رہیگی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ایک شوکیس میں قیمتی کھانے کی پلیٹیں، گلاس رکھے ہوئے تھے جو کسی شاہی خاندان کے فرد نے ان کو تحفہ میں دئے تھے۔ اسی طرح امریکہ سے ایک ڈاکٹر صاحبہ اکیڈیمی دیکھنے آئیں اور جانے سے قبل قیمتی سامان جوان کے خاندان میں تھا اکیڈیمی کی نذر کر گئیں۔ یہ علی گڑھ کی خوش قسمتی ہے کہ اس شہر نگار کو سر سید احمد خاں کے بعد حکیم سید ظل الرحمن جیسا نابغہ روزگار انسان عطا ہوا ہے جنہوں نے یہ سارا کام اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد کیا ہے جو کہ آرام اور فرصت کا ہوتا ہے۔ اکیڈیمی تین منزلوں پر واقع ہے 75 برس کا ہونے کے باوجود حکیم صاحب سارا دن نوجوانوں کی طرح سیڑھیوں پر اوپر نیچے جاتے رہتے ہیں۔ جتنی بار میں نے ان کو دیکھا ان کے چہرہ پر بشاشت کے آثار تھے۔ ابن سینا اکیڈیمی ان کا مقصد حیات ہے جس میں ہر طرح کامیاب ہوتے نظر آتے ہیں۔ اب

میں اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتا ہوں۔ دنیائے اسلام کے پہلے نوبیل انعام یافتہ سائنسدان عبد السلام (1926-1996) نے فرمایا تھا سائنس انسانیت کی مشترکہ وراثت ہے یعنی Science is the shared heritage of mankind۔ سائنس تمام نوع انسانیت، تمام قوموں تمام ملکوں تمام نسل و رنگ کے لوگوں کی مشترکہ میراث ہے۔ سائنس یونیورسل چیز ہے دنیا میں اسلامی سائنس، ہندو سائنس، یہودی سائنس یا نصرانی سائنس نام کی کوئی چیز نہیں اسلیئے جب ہم اسلامی سائنس کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ سائنس کا وہ دور جس وقت اس کا فروغ اسلامی ممالک میں ہوا، وہ اسلامی تھا۔ سائنس کے فروغ میں ہر ملک ہر قوم کے لوگوں نے حصہ لیا ہے شاید پانچ ہزار سال سائنس نے چین میں فروغ پایا، سرزمین ہندوستان میں سائنس نے فروغ پایا پھر جب ان قوموں یا خطہ زمین پر ادبار آیا تو یہ بغداد، قاہرہ، رے، بخارا، قرطبہ میں پنپنا شروع ہوگئی۔ دولت، حکومت اقتدار اور سربراہان مملکت کی سرپرستی اور سائنس کے فروغ میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جتنا عرصہ اسلامی دنیا میں حکمران شاہزادے، بادشاہ اور سلطان سائنس کے کاروبار کی سرپرستی کرتے رہے سائنس پوری آب و تاب کے ساتھ دماغوں کو جلا بخشتی رہی۔ اور ایک چراغ دوسرے چراغ کو روشن کرتا رہا۔ پھر جب اسلامی دنیا میں 1258ء کے بعد تنزل آیا تو یہ سلطنت عثمانیہ میں چارسو سال تک آگے کی طرف بڑھتی رہی۔ اس دوران جو انکشافات، جو ایجادات جو نظریات مسلمانوں نے طشت از بام کئے وہ سسلی، اٹلی، اسلامی سپین کے راستے یورپ پہنچنا شروع ہو گئے۔ عربی زبان اس وقت عالمی سائنسی زبان Lingua franca تھی۔ سائنسی علوم کا تمام ذخیرہ عربی زبان میں تھا۔ چنانچہ سپین میں طلیطلہ کے مقام پر عیسائی راہبوں پادریوں نے سکولز آف ٹرانسلیشن قائم کئے جہاں عربی کتابوں کے تراجم لاطینی، قشتالین، اطالین اور دیگر زبانوں میں کئے جانے لگے۔ یہاں کا مشہور ترجمہ نگار اطالین جیرارڈ آف کریمونا تھا جس نے ستر سے زیادہ عربی کتابوں کے لاطینی میں تراجم کئے جن میں سے کئی ایک میڈرڈ کے قریب واقع اسکوریال لائبریری میں موجود ہیں۔ طلیطلہ کے علاوہ تراجم کا قابل ذکر مکتب سسلی میں تھا جہاں بادشاہ فریڈرک دوم اس علمی کام کی سرپرستی کر رہا تھا۔ یہاں کا قابل ذکر ترجمہ نگار مائیکل سکاٹ تھا۔ اکثر تراجم آکسفورڈ کی بوڈلین، لیڈن کی لائبریری نیز یورپ کی دیگر یونیورسٹیوں میں ابھی تک محفوظ ہیں اور اہل دانش کے لئے نئے نئے علم کے راستے اور نئے انکشافات ان پر کرتے ہیں۔ عاجز نے چند سال قبل انگلش میں ایک مضمون رقم کیا تھا جس کا عنوان تھا یورپ نے اسلامی ممالک سے کیا سیکھا What Europe learnt from Islamic lands جس میں بارھویں تیرھویں صدی کے یورپین ترجمہ نگاروں کے نام اور جن لاتعداد کتابوں کے انہوں نے تراجم کئے ان کی مکمل تفصیل دی گئی تھی۔ اردو میں یہی مضمون بغداد کا یورپ پر احسان تہذیب الاخلاق میں شائع ہوا تھا۔

یورپ کے احیائے علوم میں اسلام اور مسلمانوں کی کنٹری بیوشن کیا تھی؟ برطانیہ اور امریکہ سے اس موضوع پر پچھلے پانچ سالوں میں متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آئی ہیں جیسے ایک مصنف جس کا نام ڈاکٹر جم الخلیلی ہے وہ عراقی نژاد برطانوی پروفیسر ہیں۔ انہوں نے کتاب دی ہاؤس آف وزڈم The House of Wisdom by Jim al-Khalili لکھی ہے کتاب کا عنوان بغداد کی شہرہ آفاق اکیڈیمی دارالحکمۃ کے نام سے معنون ہے اسی طرح ایک امریکی مصنف کی کتاب لائٹ فرام دی ایسٹ Light from the East ہے۔ مائیکل مورگن کی کتاب لاسٹ ہسٹری Lost History by Michael Morgan بھی دلچسپ اور اہم کتاب ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہم نے تاریخ کی بہت ساری باتوں کو ضائع کردیا ہے جن کو زندہ رکھا جانا ضروری تھا۔ جان فری لی کی کتاب Alladin's Lamp by John Freelee میں مسلمانوں کے کارناموں ایجادات اختراعات کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں جن مسلمانوں مصنفین سائنسدانوں کی ایجادات، انکشافات اور تالیفات سے خوشہ چینی کی گئی وہ یہ ہیں: موسیٰ الخوارزمی، جابر ابن حیان، ابن یونس، الزہراوی، ابن سینا، ابن باجہ، ابن الہیثم، ابن نفیس، الجزری، نصیر الدین طوسی، علاؤالدین ابن شاطر، الوغ بیگ، ابن خلدون، اور تقی الدین۔

موسیٰ الخوارزمی

عباسی خلیفہ المنصور کے عہد خلافت میں سندھ سے ایک سفارتی وفد بغداد آیا جو اپنے ساتھ ریاضی اور علم ہیئت کی کتابیں لایا تھا۔ خلیفہ منصور کے حکم پر ان کتابوں کے تراجم ماہرین نے عربی زبان میں کئے۔ ایک کتاب کا نام سدھانتا تھا جس کا ترجمہ عربی میں سندھ ہندھ کے نام سے کیا گیا۔ درحقیقت یہ زیج Astrononomcal table تھی جو ہندو طریق سے بنائی گئی تھی۔ علم الاعداد یعنی 1-9 تک کے ہندسوں کے استعمال اور ان کی پوزیشن کی اہمیت یعنی 1009109 or اپنی پوزیشن کے پیش نظر اس کی قیمت طے ہوجاتی تھی۔ ہندوستان سے یہ اعداد جب بغداد پہنچے تو ان کو اعداد الہندی کا نام دیا گیا مگر جب یہ اسلامی سپین کے راستے یورپ پہنچے تو ان کو عربی اعداد Arabic Numerals کہا گیا۔ البتہ صفر کی ایجاد بغداد میں ہوئی تھی۔ صفر کی اہمیت تو آج کے کمپیوٹر دور میں اور بھی بڑھ گئی ہے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ کمپیوٹر میں آن یا آف (0 - 1) پر منحصر ہوتا ہے۔ نیز کمپیوٹر کی مشین لینگوائج زیرہ اور ون پر ہے۔ صفر کی وجہ سے انسان لاکھ، کروڑ، بلین، ٹریلین کے اعداد لکھ سکتا ہے۔ ذرا سوچیں اگر یہ اعداد ہندوستان سے یورپ نہ پہنچے ہوتے اور وہاں رومن اعداد رائج تھے تو آج کی ترقی کیسے ممکن ہوتی؟

خاص طور پر کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی فیلڈ میں بنوموسیٰ برادران (بغداد نویں صدی) بغداد میں نویں صدی میں تین بھائی تھے جو خود سائنسدان اور سائنسدانوں کی فراخدلی سے کفالت کرتے تھے۔ یعنی محمد بن موسیٰ، احمد بن موسیٰ اور حسن بن موسیٰ۔ محمد کے بارے میں برطانوی مصنف پروفیسر خلیلی لکھتا ہے کہ وہ پہلا سائنسدان تھا جس نے تھیورائز کیا کہ چاند سورج، اور دیگر سیارے فزکس کے قوانین کے طابع ہیں جس طرح یہ قوانین زمین پر لاگو ہوتے ہیں۔ مامون کے دور میں حسن مانا ہوا مہندس (جیومیٹریشن) تھا۔ ان کے باپ موسیٰ بن شاکر کے نام کیساتھ منجم لکھا جاتا تھا جس کا مطلب ہے یا تو وہ اسٹرالوجر یا پھر اسٹرانومر تھا۔ موسیٰ بن شاکر اپنے جوانی کے دور میں خراسان میں راہزن تھا جس نے وہاں کی سڑکوں کو پرخطر بنادیا تھا۔ تاج خلافت پہننے سے قبل جب مامون مرو (خراسان) میں تھا تو اس کو مامون کی قربت اور رفاقت حاصل ہوگئی کیونکہ وہ اس وقت تک ممتاز ماہر فلکیات بن چکا تھا۔

وفات سے قبل موسیٰ نے تینوں بیٹوں کو خلیفہ مامون کی سرپرستی میں دے دیا جس نے اسحٰق بن ابراہیم مصعبی کو ان کا گارڈین بنادیا۔ اسحٰق نے ان کو بیت الحکمۃ میں داخل کروادیا جہاں ان کا مربی و اتالیق یحییٰ بن منصور تھا۔ یہاں انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی اور جیومیٹری، حیال، میوزک اور علم فلکیات میں اختصاص حاصل کرلیا۔ ابن یونس اور البیرونی نے ان کے فلکیاتی مشاہدات ان کی accuracy کی بناء پر سراہا تھا۔ ان بھائیوں نے ہیئت، ریاضی اور انجنیر نگ میں بیس کے قریب تصنیف کی تھیں۔ تینوں بھائی یونانی کتابوں کے مسودات جمع کرنے کی شوقین اور بغداد کے ترجمہ نگاروں کے مربی اور سرپرست تھے۔ محمد ان تینوں بھائیوں میں سے زیادہ صاحب اختیار تھا جسکو جیومٹری اور اسٹرانومی پر کامل قدرت حاصل تھی۔ احمد کو علم الحیال پر عبور حاصل تھا جبکہ حسن عبقری مہندس (جیومٹریشن) تھا جس کو زبردست حافظے اور منطقی دماغ ودیعت کیا گیا تھا۔ اس کے کسی دشمن نے خلیفہ مامون الرشید کے سامنے اس کو بےعزت کرنا چاہا یہ کہہ کر کہ اس نے اقلیدس کی مبادیات Elements کی 13 کتابوں میں سے صرف چھ کا مطالعہ کیا تھا۔ حسن نے جواب دیا کہ باقی کی جلدوں کا مطالعہ بے سود تھا کیونکہ وہ استخراج کے ذریعہ نتائج حاصل کرسکتا تھا۔ مامون نے اس کی علمیت کا اعتراف کیا مگر پھر بھی اس کی سرزنش کی اور کہا کہ کاہلی کی وجہ سے تم نے سب کا مطالعہ نہیں کیا، جیومٹری سے ان کا تعلق ایسے ہی ہے جیسے اب ت کا تحریر وتقریر سے۔ احمد ابن موسیٰ کی علم الحیال یعنی میکانیاتی مشینوں Mechanics پر نویں صدی میں اعلیٰ پایہ کی کتاب قلم بندکی تھی۔ اس کا انگلش میں ترجمہ ڈانلڈ ہل A Book of – Donald Hill Ingenious Devices نے کیا تھا۔ عہد وسطیٰ میں کتاب الحیال نے کافی شہرت پائی تھی۔ ترکش موجد، میکینکل انجنیر بدیع الزمان الجزری (وفات 1206ء) نے بھی اپنی کتاب الجامع بین العلم والعمل النافع فی صنعت الحیال کے اس باب کے تعارف میں جس میں فاؤنٹین کا ذکر ہے، موسیٰ برادران کی کتاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان

کے واٹر فاؤنٹین قابل اعتبار نہیں تھے۔ بیسویں صدی کے شروع میں جرمن سکالر وِیڈے مان Widemann اور ایف ہاؤسر F.Hauser نے کتاب الحیال پر مشترکہ مقالہ لکھا جس میں واٹر ڈسپنسرز پر مطالعہ پیش کیا گیا اور ان کے کام کرنے طریقہ بیان کیا گیا تھا۔ اسکے ہمراہ ماڈلز بھی دیے گئے ہیں۔ ہاؤسر اپنے طور پر بھی کتاب الحیال کا مطالعہ ضبط تحریر میں لایا جس میں باقی کے ماڈلز دیئے گئے ہیں۔ ہاؤسر کی کتاب میں عربی کی فنی اصطلاحوں کے نام کے متبادل جرمن زبان میں دیئے گئے تھے

ابوالحسن نافع ابن زریاب (789-852)

عراق میں پیدا ہونیوالا نادر روزگار انسان جو اسلامی سپین کے افق پر مہتاب بن کر فروزاں ہوا۔ اس کے والدین مشرقی افریقہ سے عراق ہجرت کر کے آئے تھے۔ اگر آپ نے اپنا کھانا سوپ سے شروع کیا ہے اور سویٹ ڈش پر ختم کیا ہے؟ اگر آپ نے اسپارا گوس کھائے ہیں؟ اگر آپ نے ٹوتھ پیسٹ استعمال کی ہے؟ اگر آپ مشروبات کیلئے کرسٹل گلاس استعمال کیا ہے؟ اگر ایسا کیا ہے تو پھر آپ زریاب کے ممنون احسان ہیں جس نے ان کو شروع کیا تھا۔ پیشہ کے لحاظ سے زریاب موسیقار تھا جو قرطبہ کے شاہی دربار میں نغمے سنایا کرتا تھا۔ اس نے ایک سکول آف میوزک کی داغ بیل ڈالی جو اس کی وفات کے پانچ سو سال بعد تک جاری رہا۔ مؤرخ ابن حیان قرطبی نے اپنی کتاب المقتبس میں لکھا ہے کہ زریاب کو ہزاروں گیت یاد تھے۔ سنگیت کے میدان میں اس نے ایسٹرن میوزیکل انسٹرومنٹ میں ایسی جدت پیدا کی کہ بعد میں یہ عود Ud بن گیا، امتداد زمانہ سے یہ گیٹار کی شکل اختیار کر گیا۔ بحیرہ روم کے علاقہ میں اس نے نئے میوزیکل سٹائل کو رواج دیا۔ یورپ کے میوزک پر اس کا اثر دیرپا تھا۔ جن نئی چیزوں کو اس نے رائج کیا اور جلد ہی یورپ میں رواج پا گئیں ان میں سے کچھ کی تفصیل یہ ہے: اس نے کھانے میں تین ڈشوں کو مروج کیا یعنی پہلے سوپ دیا جائے، اس کے بعد مچھلی یا گوشت اور آخر پر سویٹ ڈش بشمول فروٹ، یا پستہ بادام، سوپ کیلئے پتلے ہلکے چمچ بنائے اس سے پہلے لکڑی کے بھاری چمچ ہوتے تھے۔ مشروبات کیلئے اس نے کرسٹل گلاس کا استعمال شروع کیا اس سے پہلے سونے اور چاندی کے گلاس ہوتے تھے۔ کھانے کی میز کو چمڑے کے میز پوش سے ڈھک دیا۔ سپین میں شطرنج اور پولو کا کھیل شروع کیا۔ سپین میں شاہی خاندان کے افراد اور اشرافیہ کپڑوں کو روز واٹر سے دھوتے تھے زریاب نے اس میں نمک کا اضافہ کیا۔ ڈرائنگ روم میں چمڑے کے فرنیچر کو رائج کیا۔ کھانے کے آداب طے کئے۔ پرفیوم، کاسمیٹک، ٹوتھ پیسٹ، ٹوتھ برش، کا استعمال شروع کیا۔ چھوٹے بالوں کے فیشن کو مروج کیا اور مردوں میں شیونگ۔ دنیا کا پہلا بیوٹی سلون قرطبہ میں شروع کیا۔ گرمیوں میں سفید کپڑے، اور موسم سرما میں گہرے رنگ کا لباس شروع کیا ان کے پہننے کیلئے تاریخیں مقرر کیں۔ اندلس میں گوشت، مچھلی، پرندے کا گوشت، سبزیاں، پنیر، سوپ کی ڈش ہوتی تھیں مگر زریاب نے نئی نئی تراکیب کیساتھ ان کو اندلس میں شروع کیا جو وہ بغداد سے لایا تھا۔ ایک ڈش کا نام تقلیات زریاب تھا جس میں کوفتے، اور بیسن کے ٹکڑے تیل میں تلے ہوتے تھے۔ سارا گوسا کے شہر میں ابھی تک ایک سویٹ ڈش استعمال ہوتی جو اخروٹ اور شہد سے بنائی جاتی، یہ زریاب نے شروع کی تھی۔ اسی طرح قرطبہ میں ایک ڈش کا نام زریابی ہے۔ الجیریا میں ایک ڈش کا نام زلابیا ہے spiral of fried batter soaked in saffron syrup جو ہندوستان کی جلیبی کی طرح ہے۔ ہندوستان میں جلیبی کا پتہ پندرھویں صدی میں چلتا ہے جس سے لگتا کہ یہ اندلس سے یہاں آئی تھی۔

ابوبکر زکریا رازی (طہران وفات 925)

ہر کوئی جانتا ہے کہ نظریہ تجاذب نیوٹن نے دریافت کیا تھا۔ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ محمد ابن زکریا رازی نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی تھی یعنی سبب وقوف الارض فی السماء (فضاء میں زمین کے معلق ہونیکی وجہ)۔ اس کی تحقیق کا ماحصل یہ تھا کہ زمین کشش ثقل کے سہارے فضا میں معلق ہے۔ ایک مصنف ایس پائینز Shlomo. Pines کا کہنا ہے کہ جہاں تک رازی کی فزکس اور اس کے قوانین کا تعلق ہے یعنی بنیادی آئڈیاز جو اس دور کے سائنسی علم کے لیول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس نے وضع کئے، وہ حیرانگی کی حد تک نیوٹن کے سسٹم سے مطابقت رکھتے تھے۔ غور فرمائے اس اقتباس پر:

> Razi's physics consisted, as far as its principles were concerned, of fundamental ideas which, given the different level of scientific knowledge, were similar to surprising extent to those of Newton's system" (Arabic Versions of Greek Texts, article What was original in Arabic science, EJ Brill, Leiden 1986, p.197)

رازی کی شاہکار تصنیف کتاب الحوی دنیا کی شاہکار کتابوں میں سے ایک تسلیم کی جاتی ہے۔ اٹلی کے بادشاہ چارلس آف انجو کے یہودی عالم فراج بن سالم نے اس لازوال کتاب کا لاطینی ترجمہ 1279 میں کیا اور چھاپے خانے پر یہ 1486 میں Liber dictus Alhavi کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ الحاوی کے اثرات یورپ پر دیرپا تھے یہ یورپین میڈیکل کالجز میں پانچ سو سال تک پڑھائی جاتی رہی۔ 1395 میں پیرس کی فیکلٹی آف میڈیسن کا مکمل نصاب تین کتابوں کتاب الحاوی، کتاب المنصوری اور القانون فی الطب پر مشتمل تھا۔ جولائی 1999ء میں عاجز نے اس کتاب کا سرسری مطالعہ آکسفورڈ کی بوڈلین لائبریری میں کیا تھا۔ رازی کا کہنا تھا کہ نئی دوائیں جانوروں پر پہلے ٹیسٹ

کی جانی چاہئیں۔خود اس نے بندروں پر تجربات کئے، وہ ان کو دوا دیتا پھر اس کے اثرات ان پر ریکارڈ کرتا تھا۔اس paediatrics, gynaecology, obstetrics, opthalomology میں قابل قدر اضافے کئے۔

شیخ الرئیس ابن سینا (ایران وفات 1037ء)

ابو علی الحسین ابن سینا کو یورپ میں پرنس آف فزیشنز کا خطاب دیا گیا تھا۔اسلامی دنیا میں آپ کے طب میں ممتاز مقام کی وجہ سے آپ کو شیخ الرئیس اور حجۃ الحق کہا جاتا ہے۔آپ کے فن پارے کا نام القانون فی الطب Priciples of Medicine ہے۔القانون ضخیم اور بلند پایہ انسائکلو پیڈیا ہے جس میں دس لاکھ الفاظ ہیں۔ہندوستان اور اسلامی دنیا میں القانون ابھی تک علاج معالجے کیلئے استعمال ہوتی ہے۔یورپ میں اس کا لاطینی ترجمہ آپ کی وفات کے ایک سو سال بعد ہو گیا تھا۔تیرھویں اور چودھویں صدی میں القانون یورپ کی کئی ملکوں اٹلی، فرانس ڈنمارک کے سکولوں میں دستیاب تھی۔یورپین میڈیکل کالجوں کے نصاب میں یہ 1650ء تک شامل تھی۔یونیورسٹی آف پیڈوا کے طبی نصاب میں یہ 1767 جبکہ یونیورسٹی آف بولونیا کے طبی نصاب میں یہ 1800 تک شامل رہی تھی۔پندرھویں صدی میں القانون نے 16 ایڈیشن اور سولہویں ایڈیشن میں 20 ایڈیشن شائع ہوئے تھے۔جرمن ایڈیشن 1796 میں ہالے Halle کے شہر سے شائع ہوا تھا۔دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ 87 مرتبہ ہو چکا ہے۔یونیسکو کے جرنل Courier کے مطابق القانون برسلز یونیورسٹی میں 1909ء تک پڑھائی جاتی تھی۔ایک زمانے میں پیرس کی فیکلٹی آف میڈیسن میں کل نو کتابیں تھیں جو الحاوی اور القانون پر مشتمل تھیں۔آج بھی پیرس یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے بڑے ہال میں دیوار پر رازی اور ابن سینا کی پورٹریٹ موجود ہیں۔

ابوالقاسم الزہراوی (1013ء)

الزہراوی اسلامی سپین کا دیو قامت سرجن تھا۔سرجری کے موضوع پر اسکی شاہکار تصنیف کتاب التصریف یورپ میں پانچ سو سال تک میڈیکل کالجوں کے طبی نصاب میں شامل رہی۔اس میں سرجری کے 200 آلات کی ڈایا گرام دی گئیں تھیں۔30 آلات سرجری ایسے تھے جو اس نے سرجری کے دوران خود استعمال کئے تھے۔جیسے Forceps, Rods, Specula, Scalpels, Syringes,Hooks ۔اسپین میں زہراوی کے آلات کی نقلیں تیار کی گئیں اور پھر قرطبہ کے میوزیم آف اندلس میں رکھوا دیا گیا۔اوزاروں کی نقلیں مدینۃ الحکمت کراچی میں بھی موجود ہیں۔کتاب میں موتیا بند کے آپریشن کا ذکر ہے، ہیموفیلیا کا ذکر ہے۔اس نے ڈنچرز گائے کی ہڈی سے بنائے جبکہ اس کے سات سو سال بعد امریکہ کا صدر جارج واشنگٹن لکڑی کے ڈینچر لگایا کرتا تھا۔اس نے گلے کی تھائی رائڈ اور کینسر آف تھائیرائڈ میں فرق بتایا۔اس نے مثانہ کا آپریشن کیا۔مریضوں کیلئے ہسپتال میں عیادت کیلئے جانیوالے پھول لیکر جائیں یہ روایت اس نے شروع کی۔آپریشن روم میں سبز رنگ کا اوورکوٹ پہننا اس نے شروع کیا۔اس نے ہڈیوں کو جوڑنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ہڈیوں کو کاٹنے کے اوزار بنائے۔زہراوی کے علم جراحی کا اثر یورپ کے سرجنوں پر گیارھویں صدی سے سولہویں صدی یعنی پانچ سو سال تک رہا۔فرنچ سرجن گی دا چولیاک Guy de Chauliac d.1368 کی سرجری پر کتاب اور زہراوی کی کتاب کا لاطینی ترجمہ اکھٹی ایک جلد میں شائع ہوا کرتی تھیں۔اطالوی سرجن پیٹر آرگے لاٹا Pietre Argelatta 1423.d نے زہراوی کو تمام سرجنوں کا سرجن قرار دیا تھا۔اور فرنچ سرجن جاک ڈیلچان Jacques Delchans d.1588 نے اپنی تحریروں میں زہراوی کا حوالہ بار بار دیا تھا۔اسکے علاوہ کثیر تعداد میں یورپین سرجنوں نے زہراوی کے حوالے دئے اور اس کے جراحی کے علم سے اکتساب فیض کیا تھا۔اس نے اکھڑے شانے dislocated shoulder کو ٹھیک کرنے کا طریقہ ایجاد کیا جس کو یورپ میں Kocher's method کہا جاتا ہے۔علم الولادت میں جنین کی پوزیشن بیان کی جو یورپ میں والشر پوزیشن کہلاتی ہے۔زہراوی نے شریانوں کو باندھنے کا طریقہ دریافت کیا یعنی Ligaturingblood vessels۔ مگر اس کا کریڈٹ فرنچ سرجن امبروس پارے Ambrose Pare d.1590 کو دیا جاتا جو چھ سو سال بعد ہو گزرا۔ زہراوی نے ریڑھ کی ہڈی کی دق کا ذکر کیا جو یورپ میں برطانوی ڈاکٹر پرسیوال پاٹ Percival Pott d.1788 کے نام سے Pott's disease کہلاتا ہے۔آرائش و زیبائش کیلئے اس نے درج ذیل چیزیں بنائیں:

He invented under arm deodrant, hair removing sticks, hand lotions, made dyes to turn blond hair to black, even corrected curly hair, mentioned benefits of sun-tan lotions, suggested cardamom for bad breadth, or chewing corriander leaves. Invented methods to bleech teeth, for cold he suggested a mixture of camphor, musk and honey (similar to Vick's vapour rub used in the US)

طب کی تاریخ پہلی بار اس نے ایسے مرض کا ذکر کیا جو ماں اپنی اولاد نرینہ کو منتقل کرتی ہے لیکن خود متاثر نہیں ہوتی اس کو ہیموفیلیا Haemophilia کہا جاتا ہے۔ٹانکوں کیلئے اس نے کیٹ گٹ Catgut کا استعمال شروع کیا جس کو انسانی جسم جلدی قبول کر لیتا اور جسم میں خود ہی گھل مل جاتا ہے۔اس نے ایسے خاندانوں کا ذکر کیا جن میں مرد معمولی سی چوٹ لگنے پر جریان خون سے عدم آباد کو روانہ ہو جاتا کرتے تھے۔جب خون بہنا شروع ہوتا تو رکتا ہی نہیں تھا۔زخم بند کرنے کیلئے ریشم کے دھاگے کا استعمال اس نے شروع کیا۔اس نے شاذ و نادر رونما ہونیوالے مرض Thrombophlibitis

اور مائیگرین Migraine کو بیان کیا۔ اس نے صدمے کے علاج Traumatology، کیلئے قابل ذکر تحقیقی کام کیا۔گردن کے زخم،سانس کی نلی پر ضرب، پھیپھڑوں اور آنتوں کو ملنے والی صدماتی چوٹوں کو نہایت صفائی سے بیان کیا۔معدے اور آنتوں کی سرجری کیلئے نئے طریقے دریافت کئے۔ اس نے نہایت باریک مشاہدے کے بعد بتایا کہ قولن کے زخم جلدی بھر جاتے ہیں (Colon wounds)۔ جریان خون روکنے کیلئے عمل جراحی کے بنیادی اصول آج بھی وہی ہیں جو اس نے بیان کئے مگر آلات اعلیٰ بن گئے ہیں۔ (باقی آئندہ شمارے میں)

ذرا سوچئے!

(عاصی صحرائی)

مشہور صوفی خواجہ محمد سلیمان تونسوی صاحب فرماتے ہیں:

اگر بالفرض اس زمانہ میں اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہوتے تو اِس زمانے کے لوگوں کو کافر کہتے۔اس لئے کہ اس زمانہ کے لوگوں نے شریعت کی پیروی چھوڑ دی ہے۔

(نافع السالکین صفحہ ۵۷)

مفکرِ احرار چودھری فضل حق صاحب فرماتے ہیں:

اگر پہلی صدی ہجری کا کوئی مسلمان کسی طرح زندہ ہو کر موجودہ پاک و ہند میں آئے تو وہ فوراً پکار اُٹھے کہ یہاں ۸۰ فیصد مسلمان کافر ہیں۔اور انہوں نے محض سیاسی مقاصد کے حصول کی خاطر اپنے آپ کو مسلمان کہلانا شروع کر دیا ہے۔

(پاکستان اور اچھوت، صفحہ ۱۹)

مشہور مفکر، مصنف، ادیب، مولانا ابوالکلام آزاد صاحب فرماتے ہیں:

آج دنیا پھر تاریک ہے وہ روشنی کے لئے پھر تشنہ ہے ...اور پھر اُسے بھول گئی ہے جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی۔اس کا وہ پرانا دُکھ جس کے لئے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آہ وزاری کی اور جس کو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا آج پھر تازہ ہو گیا ہے۔ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی تھی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا ویسی ہی تاریکی آج تہذیب اور تمدن کے نام سے پھیلی ہوئی ہے جبکہ اسلام اپنی غربت اولیٰ میں مبتلا ہے۔

(الہلال جلد ۴ صفحہ ۱۰۲)

حساب

استاد (علی سے): سوچ کر بتاؤ کہ اگر میں تمہارے والد کو 500 روپے دوں جبکہ انہیں 200 کی ضرورت ہے تو وہ مجھے کتنے روپے واپس دیں گے۔

علی: ایک روپیہ بھی نہیں سر۔

استاد (غصے سے): تم حساب نہیں جانتے؟

علی: سر آپ میرے والد کو نہیں جانتے۔

فقیر: 10 روپیہ دے دو صاحب چائے پیوں گا

آدمی: چائے تو 5 کی آتی ہے

فقیر: گرل فرینڈ بھی پیئے گی

آدمی: فقیر نے بھی گرل فرینڈ بنالی؟

فقیر: نہیں صاحب: گرل فرینڈ نے فقیر بنا دیا

ایک نیا سرائیکی شادی شدہ جوڑا پارک میں بیٹھا چپس کھا رہا تھا۔
آنکھوں میں آنکھیں ڈالے لڑکی شرما کے بولی:
"تسا میکوں اتنا غور نال کیوں ڈیدھے پئے او؟"
لڑکا: "مریں تھوڑے تھوڑے کھا سارے دبی ویندی ایں!!"